اسلامی ومعاشرتی مسائل کے سلسلے کی ساتویں کڑی

حج و عمرہ

سے متعلق کچھ باتیں

از

ڈاکٹر صلاح سلطان
دینی مشیر، سپریم کونسل برائے اسلامی امور
مملکت بحرین

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب اردو	:	حج وعمرہ سے متعلق کچھ باتیں
نام کتاب عربی	:	
مصنف	:	ڈاکٹر صلاح سلطان
مترجم	:	مولانا زبیر احمد قاسمی
سن اشاعت	:	تعداد :
صفحات	:	۴۸

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ الذی جمع القلوب عند المسجد الحرام و وعد زوارہ بالعفو والغفران، والصلوۃ والسلام علی خیر من صلی وصام وحج واعتمر ومن سن سنتہ واخذ عنہ نسکہ الی یوم الدین:

وبعد! یہ اسلامی ومعاشرتی مسائل کے سلسلے کی وہ ساتویں کڑی ہے جسے اللہ تعالی کے مہمانان حجاج کرام کی رہنمائی کے لئے شائع کی جارہی ہے جو اللہ کی طرف سب سے بڑے ایمانی سفر کی تیاری کررہے ہوتے ہیں، یہ ایک عملی اور تربیتی ہدیہ ہے، جسے بحرین کے اسلامی امور کی اعلی کونسل پیش کررہی ہے جو تمام فقہی مذاہب کے لئے شرعی بنیاد قائم کرنے، عملی سہولت دینے اور لغوی تشریح وعملی قدروں کا جامع ہے۔ امید ہے کہ بیت اللہ مسلمانوں اور حجاج کو ان زبردست فتنوں کے مقابلہ میں جو انہیں ہر جانب سے احاطہ کیے ہوتے ہیں، شخص واحد کی دلی آواز پر متحد کردیگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ڈاکٹر صلاح الدین کو اس قابل قدر کوشش کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اور ہم لوگوں کو اپنا مقبول بندہ بناکر صالحین ومصلحین میں شامل فرمائے، **ھو نعم المو لی ونعم النصیر .**

عبداللہ بن خالد آل فلیفہ

صدر اعلی کونسل برائے اسلامی امور

ذوقعدہ ۱۴۲۸ھ

تمهید

الحمد لله الذی جعل الکعبه البیت الحرا م ، والصلوٰة والسلا م علی سید نا محمد خیر الا نا م و آله الأعلا م وصحبه الکرام و من یتبعهم بإ حسان إلی یوم العر ض و المیزان وبعد !

ان قربتوں میں سے سب سے عظیم تر قربت جو مصائب وآفات کو ختم کر دیتی ہے، گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور درجات کو بلند کر دیتی ہے، حج اور عمرہ ہی ہے؛ اسی وجہ سے اس پر عمل سے پہلے اس کا علم ضروری ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا: (**جعل الله العلم قبل العمل**) اللہ نے عمل سے پہلے علم کو واجب قرار دیا ہے اور انہوں نے اللہ تعالی کے اس ارشاد سے استدلال فرمایا ہے:

فا علم انه لا الهٰ الا الله و استغفرلذنبک وللمو منین والمو منات'' (محمد (۱۹)۔

یعنی آپ اس کا علم ویقین رکھیں کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی (مغفرت طلب کرتے رہیے)۔

سچی بات یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اپنی تہذیب وثقافت میں مختلف ہونے کے باوجود حج اور عمرہ سے بہت زیادہ شغف ووارفتگی ہے اور وہ بیت اللہ کی زیارت اور حج کی ادائیگی کے بہت زیادہ مشتاق رہتے ہیں ۔۔لیکن افسوس کہ مسلمانوں کے اندر حج بیت اللہ کے شغف وشیفتگی والے جذبہ کے مساوی وبرابر ایک دوسرے جذبہ کو ہم ان میں مفقود پاتے ہیں۔

یعنی ایسی کتابوں کے پڑھنے اوراس کے مطالعہ کے حریصانہ جذبہ سے وہ خالی نظر آتے ہیں جن کتا بوں کا تعلق حج وعمرہ کے احکام کو بیان کرنے سے ہوتا ہے اور ارکان حج کے باہمی فرق کو بتلانے سے ہوتا ہے کہ ارکان میں سے کسی ایک رکن کے چھوڑنے سے حج ہی فاسد ہوجاتا ہے۔ اوران واجبات کے بیان سے ہوتا ہے جن کے ترک سے بطور تلافی دم لازم آجاتا ہے، ایسے ہی ان مستحبات جن کے کرنے سے اجر بڑھتا اوران مکروہات جن کے ارتکاب سے اجر گھٹتا ہے، کے بیان وتفصیل سے ہوتا ہے۔

باوجودیکہ اس موضوع پر بہت زیادہ لکھا جاچکا ہے؛ لیکن (اسلامی ومعاشرتی مسائل کے سلسلے) کے دوران میری خواہش ہوئی کہ حج وعمرہ سے متعلق احکام کو اس انداز سے پیش کروں جودرج ذیل خصوصیتوں پر مشتمل ہوں۔

(۱) معین ومحدود نقطوں میں پیش کرنے کی سہولت۔

(۲) تمام افعال حج میں فرائض ومستحبات اور مکروہات کے مابین فرق۔

(۳) ہرحکم پر قابل اعتماد صحیح دلائل سے استدلال۔

(۴) آٹھوں اسلامی مذاہب پرتوسع، مثلاً ایک کو دوسرے سے قریب کرنے کے لئے کوئی عملی منصوبہ۔

(۵) قوت دلیل کی بنیاد پر ترجیح، اور موجودہ صورت حال سے اس کی مناسبت،

(٦) حجاج کرام سے باربار ہونے والی غلطیوں کی وضاحت؛ تاکہ ہم ان غلطیوں سے اجتناب کریں۔

(۷) بعض وضاحتی نقشوں کے ذریعہ صورت مسئلہ کو ذہن کے قریب کرنا

(۸) کتاب کے اخیر میں ترتیب وار تمام احکام کی تلخیص۔

ہرایسے شخص کے لئے جو اس رسالہ سے عملی طور پر فائدہ اٹھانا چاہے میری تجویز ہے کہ

وہ سفر کرنے سے پہلے اس کو ضرور پڑھے اور اس میں ذکر کردہ احکام کو بار بار سمجھے۔ پھر اس کو اپنے ساتھ رکھ لے اور ہر رکن کے احکام کو اس رکن کی ادائیگی سے قبل خود بھی یاد کرنے اور ساتھیوں کو بھی یاد کرانے کی غرض سے اس کو پڑھے۔ پڑھ لینے کے بعد پوری جماعت کے لئے بہتر یہ ہوگا کہ ہر رکن کی ادائیگی سے قبل آپس میں اس کے احکام کے متعلق سوال و جواب کرلیں؛ تاکہ مکمل احکام شرعیہ اچھی طرح مستحضر ہو جائیں۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی اولاً اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں حسن قبولیت عطا فرمائے، پھر حج وعمرہ کرنے والے ان صالح افراد کے نزدیک بھی جن کی دعاؤں کی مقبولیت کی امید کی جاتی ہے، ممکن ہے کہ کوئی دعا مجھے نصیب ہو جائے، پھر میں سارے اہل زمین سے زیادہ مستغنی ہو جاؤں۔

یہ ایک بے مایہ تہی دامن اس شخص کی کوشش ہے جو اپنے بڑے بڑے گناہوں کا معترف ہے؛ لیکن اللہ تعالی سے عفو و درگزر کی بڑی امید بھی رکھتا ہے۔ اور اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان

شرعی مشیر اعلی کونسل برائے اسلامی امور

ذوقعدہ ۱۴۲۸ھ

بحث اول

حج کی تعریف، حکم، فضیلت اوران شرائط کے بیان میں جو چار مقاصد پر مشتمل ہیں

مقصداول، حج کی تعریف میں، مقصد ثانی حج کے حکم میں
مقصد ثالث حج وعمرہ کی فضیلت میں، اور چوتھا مقصد حج کے شرائط کے بیان میں ہے۔

بحث اول: حج کی تعریف، اس کی فضیلت اوراس کے شرائط

مقصداول حج کی تعریف:

حج کے لغوی معنی قصد وارادہ کرنا، کسی شے پر بکثرت آمدورفت کرنا اور حج کی ادائیگی کے لئے مکہ کا ارادہ کرنا ہے۔ حاجی وہ کہلاتا ہے جو افعال حج کی ادائیگی کے لئے مکہ کا ارادہ کرتا ہے، حاجی کی جمع حجاج اور حجیج ہے۔

حج اکبر وقوف عرفہ ہے اور حج اصغر عمرہ ہے، حجۃ ایک دفعہ حج کرنا۔ القاموس المحیط للفیروزآبادی باب **الجیم فصل الحاء و ما بینھما و المعجم الوسیط مجمع اللغة العربیه ، با ب الحاء ثم الجیم .**

حج کی شرعی تعریف:

مخصوص اعمال وافعال کی ادائیگی کے لئے خاص زمانے میں خاص نیت کے ساتھ مکہ

مکرمہ جانے کا ارادہ کرنا۔

مقصد ثانی: حج کا حکم

حج فرائض اسلام میں سے ایک فریضہ ہے جس کے ارکان معلومہ کا دینی امور میں سے ہونا ایک بدیہی چیز ہے، اور حج ہر ایسے شخص پر ضروری ہے جو اس کی ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو؛ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:" **و للّٰه على النا س حج البيت من استطا ع إليه سبيلا** " (آل عمران: ۹۷)۔

یعنی اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں۔

یہ الفاظ وجوب میں سے سب سے زائد حقوق اللہ کی تاکید اور اس کی حرمت کی عظمت کو موکد کرنیوالا ہے، اور اسی پر علماء امت کا اجماع ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۴۲/۴) باقی رہا عمرہ کی فرضیت کا مسئلہ تو اس سلسلے میں بعض فقہاء کی رائے ہے کہ عمرہ سنت ہے۔ اور دیگر فقہاء کرام کی رائے ہے کہ عمرہ حج کی طرح فرض ہے؛ کیونکہ ارشاد باری تعالی ہے:" **اتمو الحج والعمر ة لله** "(البقرہ ۱۹۶)۔

علامہ شماخی نے فرمایا کہ بیشتر علماء کرام کی رائے یہی ہے کہ حج اور عمرہ دونوں ہی فرض ہیں، اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی قول معتبر ہے۔ الا یضاح للشماخی ۲۲۷/۳۔ اور جمہور کے خلاف حنابلہ کا مذہب بھی یہی ہے اور حر عاملی "تفصیل وسائل الشیعہ" کے اثر ۱۴۱۰ میں اپنی سند کے ساتھ اللہ تعالی کے فرمان:" **اتمو الحج و العمرة لله** " سے متعلق ابوعبداللہ (علیہ السلام) سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حج اور عمرہ دونوں میرے نزدیک فرض ہیں اور مزید فرمایا کہ عمرہ لوگوں پر ایسے ہی فرض ہے جیسے کہ صاحب استطاعت پر حج فرض ہے، اور یہی

قول کہ دونوں فرض ہیں مرے نزدیک بھی راجح ہے۔

لہٰذا: جو شخص پہلی دفعہ حج کرے وہ حج اور عمرہ دونوں کرے؛ تاکہ دونوں فریضہ کو ایک ساتھ انجام دے لے۔

اور حج کا وجوب جمہور کے نزدیک (استطاعت کے بعد فی الفور نہیں ہے جیسا کہ رمضان کا روزہ ہر ایسے شخص پر فی الفور واجب ہے جس نے رمضان کا مہینہ پایا ہو اور روزہ نہ رکھنے کے لئے اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو)؛ بلکہ حج علی التراخی واجب ہے۔ چنانچہ ایک مسلمان جب حج کی ادائیگی کا پختہ عزم و ارادہ کرے پھر بھی اگر اس کو موخر کر دے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں پر حج ۶ھ میں فرض فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰ھ میں حج کیا۔ اگر حج فی الفور واجب ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تاخیر نہ فرماتے، جیسا کہ شیخ جیطانی فرماتے ہیں (قواعد الاسلام للجیطانی ۲/۱۳۱)

باقی رہا جعفریہ کے نزدیک تو حج علی الفور واجب ہے، حر عاملی نے اپنی کتاب "تفصیل وسائل الشیعہ" میں ایک باب بعنوان "**وجوب الحج من الا ستطا عة على الفور وتحريم تر كه و تعريفه**" قائم کیا ہے، اور اپنی سند کے ساتھ معاویہ بن عمار عن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اثر ۱۴۱۵۰ سے استدال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابو عبداللہ نے کہا ہے اللہ تعالی نے جو فرمایا ہے (**وللہ علی الناس حج البيت من استطا ع اليه سبيلا**) یعنی صاحب استطاعت پر حج بیت اللہ فرض ہے" یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جس کے پاس حج کی ادائیگی کے لئے مال ہو اور وہ صحت مند بھی ہو، اگر تجارت کی وجہ سے تاخیر کر دیتا ہے تو اس کے لئے اس کی گنجایش نہیں ہے۔ چنانچہ اگر اسی حالت میں اس کا انتقال ہو جاتا ہے جبکہ وہ اتنا مال رکھتا تھا جس سے حج کر سکتا تھا تو سمجھا جائے گا کہ واقعی اس نے احکام اسلام میں سے ایک حکم کو ترک کر دیا ہے۔

(اب مصنف رسالہ ڈاکٹر صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں کہ)

اور میرے نزدیک راجح یہی ہے کہ حج اور عمرہ علی التراخی واجب ہیں کیونکہ جمہور کے دلائل قوی ہیں۔

مقصد ثالث: حج وعمرہ کی فضیلت

حج اور عمرہ کی فضیلت سے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) ایک حدیث وہ ہے جسے امام احمدؒ نے اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"العمر ة تكفر ما بيها و بين العمرة، والحج المبر ور ليس له جزاء الاالجنة يعني عمرة "ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور یعنی پاک مخلصانہ حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے۔

(مسند احمد تتمہ مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ رقم حدیث ۹۶۳۲)۔

(۲) دوسری وہ حدیث ہے جسے امام بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من حج هذا البيت فلم ير فث ولم يفسق رجع كما ولدته امه** "یعنی جس شخص نے اس بیت اللہ شریف کا حج کیا اور اس میں نہ شہوت رانی کی اور نہ فحش باتوں کا ارتکاب کیا اور نہ کوئی نافرمانی کی تو وہ (پاک صاف ہوکر) ایسا لوٹتا ہے جیسا کہ ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہو، صحیح بخاری کتاب الحج باب فضل الحج المبرور، رقم حدیث ۱۵۲۱ اور مسلم نے بھی اسی باب میں نقل کیا ہے۔

(۳) تیسری حدیث وہ ہے جسے امام ترمذی، نسائی اور احمد نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"تا بعو ا بين الحج و العمرة فا نهما ينفيان الفقر و الذنوب كما ينفى الكير خبث الحديد والذهب والفضه؛ وليس للحجة المبر ورة ثواب الاالجنة".

یعنی پے در پے حج وعمرہ کیا کرو؛ کیونکہ وہ دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے کہ بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ (مسند ترمذی باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرہ ص: ۸۰۷، وسنن النسائی کتاب المناسک باب فضل المتابعہ بین الحج والعمرہ۔ ۱۱۵/۵)۔

الفاظ ترمذی کے ہیں۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے حر عاملی نے بھی اثر ۱۴۴۱۳ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

مقصد رابع حج کے شرائط

ہمارے اسلامی مذاہب میں حج کے لئے کچھ متفق علیہ شرائط ہیں جن کے پائے جانے پر ہی حج کسی پر فرض ہوتا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

شرط اول اسلام ہے:

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی احکام شرعیہ پر عمل کا مطالبہ غیر مسلم سے نہیں کیا جاتا ہے؛ بلکہ کوئی غیر مسلم اگر احکام شرعیہ پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے عمل کو ہرگز قبول نہیں فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ پہلے وہ اسلام میں دخل ہو جائے۔

اس کی دلیل، اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے" **ومن یتبع غیر الا سلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخا سرین**"(آل عمران ۸۵)۔

یعنی جوشخص اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو طلب کرے گا تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

دوسری شرط بلوغ ہے:

تمام ہی شرعی ذمہ داریاں بلوغ ہی کے ساتھ وابستہ ہیں، اور بلوغ لڑکے کو احتلام ہو جانا ہے، اور لڑکی کو حیض آنا ہے، اور اس سلسلے میں دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت علی ابن ابی طالب رضی ال اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"**رفع القلم عن ثلا ث ، عن النائم حتی یستیقظ ، عن الصبی حتی یشبّ و عن المعتوہ حتی یعقل** "

یعنی تین افراد سے قلم اٹھا لیا گیا ہے سونے والے سے یہاں تک کہ وہ نیند سے بیدار ہو جائے، اور بچے سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، اور کم عقل سے یہاں تک کہ اس میں سمجھ وشعور آ جائے (العلل الکبیر ص:۲۲۶)۔

چنانچہ بچے نے اگر بچپنے میں حج کر لیا تو اس کے لئے نفل ہوگا اور اس کا ثواب اس کے والدین کو ملے گا؛ لیکن اس پر لازم ہوگا کہ بالغ ہو جانے کے بعد دوبارہ حج فرض ادا کرے۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "**ان النبی صلی اللہ علیه وسلم لقی رکبا نا با لروحاء، فقا ل: من القوم؟ قا لو : المسلمون، فقا لو: من نت؟ قا ل: رسول اللہ ، فرفعت الیه امرئة صبیا فقا لت: ألھذا حج ؟ فقا ل: نعم ولک اجر**"(صحیح مسلم ۱/۵۶۱ من کتاب الحج)۔

یعنی نبی کریم ﷺ کی ملاقات مقام روحا میں ایک قافلہ سے ہوئی تو قافلہ والوں سے حضور نے دریافت فرمایا کہ آپ کون لوگ ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں۔ پھران لوگوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، تو اتنے میں ایک عورت ایک بچہ کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہوئی پوچھتی ہے کہ کیا اس بچہ کے لئے بھی حج ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں، اوراس کا ثواب تمہیں ملے گا۔

تیسری شرط عقل ہے:

عقل ہی پر احکام شرعیہ کے مکلّف ہونے کا مدار ہے۔ چنانچہ مجنون پر حج فرض نہیں اور نہ دیگر احکام شرعیہ ان کے ذمہ لازم ہیں، نہ اس کی طرف سے حج کرانا ضروری ہے؛ کیونکہ حج اصلا اس پر واجب ہی نہیں ہے اور دلیل وہی حدیث سابق (**وعن المعتوہ حتی یعقل**) ہے۔

چوتھی شرط آزادی ہے

غلاموں کی آزادی سے متعلق عالمی اعلان کے بعد قانونی اور شرعی حیثیت سے اب غلام کا کہیں وجود نہیں؛ اس لیے یہاں اس کی تفصیل کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

پانچویں شرط استطاعت ہے

اللہ تعالی کا ارشاد ہے" **وللہ علی الناس حج البیت من استطاع إلیہ سبیلا**" (آل عمران ۹۷)۔

یعنی اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس لیے استطاعت وجوب حج کے لئے ایک شرط ہے، اوراس استطاعت کے چند پہلو ہیں جو درج ذیل ہیں:

الف- بدنی استطاعت:

کوئی شخص شدید مرض میں مبتلا ہو، یا عمر اتنی زیادہ ہوگئی ہو کہ جسمانی اعتبار سے افعال

حج پر قادر نہ ہوتو بنفس نفیس اس پر حج کرنا ضروری نہیں رہے گا؛ لیکن جب اسے مالی استطاعت پورے طور پر حاصل ہوجائے تو کسی ایسے شخص کو بھیجنا ضروری ہوگا جو اس کے مالی صرفہ سے اس کی طرف سے حج ادا کردے یا اس کا کوئی ولی ادائیگی حج میں اس کا نائب بن جائے۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

”ان امر ء ة من خثعم قا لت یا رسول اللہ ان فریضة اللہ علی العبا د فی الحج ادر کت أبي شیخا کبیر ا لا یستطیع ان یثبت علی را حله ، فهل یقضی عنه ان أحج منه ؟ قا ل نعم“ (رواہ البخاری ومسلم دیکھا جائے اللولوء والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ص ۸۴۵)۔

یعنی قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ حج کے متعلق جو اللہ کا فریضہ بندوں پر ہے وہ میرے باپ پر ایسے بوڑھاپے کی حالت میں فرض ہوگیا ہے کہ وہ اپنی سوراری پر بھی نہیں بیٹھ سکتے ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایاہاں۔

ب- مالی استطاعت:

وہ یہ ہے کہ سفر حج کے جمیع اخراجات کے ساتھ سفر سے واپسی تک کے لئے اپنے اہل وعیال، اور دیگر زیر کفالت لوگوں کے نفقوں کے بقدر بھی وہ مال کا مالک ہو۔

ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس کے پاس حج کی ضروریات سے زائد اتنا مال ہونا ضروری ہے جو ان کے ان عیال کا نفقہ بن سکے جن کا نفقہ اور کفالت اس کے ذمہ واجب ہوتے (المغنی لابن قدامہ: ۱۱/۵)۔

اور اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال ہے جس سے وہ حج کرسکتا ہے؛ لیکن وہ غیر شادی شدہ ہے اور کثرت فتن کے باعث زنا میں مبتلا ہوجانے کا اندیشہ بھی ہو۔ بالخصوص تعلیم حاصل کرنے، یا تجارت کی غرض سے بیرونی ممالک جانیوالے افراد کے لئے تو یہ لوگ ادائیگی حج پر شادی کر لینے

کومقدرم رکھیں؛ اس لیے کہ دفع مضرت، جلب منفعت پر مقدرم ہے اور اس لیے بھی کہ اس کا شادی کرنا اسی کے حق میں اس وقت کا فریضہ ہے جب کہ حج واجب علی التراخی ہے فی الفورنہیں۔

ج- استطاعت کا ایک پہلو راستہ کا پرامن ہونا ہے:

اگر ڈاکوؤں کی کثرت ہوجائے یا حج کے راستے میں جنگ چھڑ جائے یا ایسے فتنے اور ہنگامے پیدا ہوجائیں جو حج میں جان کے امن وحفاظت کومحدود بنادے تو اس وقت مسلمانوں پر حج کرنا لازم نہیں رہے گا اور وہ انتظار کرتا رہے؛ تا آنکہ اللہ تعالی اس بات کا فیصلہ فرمادیں جو شدنی اور طے شدہ ہے۔

اس کی دلیل، اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے **"فان احصرتم فما استيسر من الهدي"** (البقرہ: ۱۹۶)۔

یعنی پھر اگر کسی وجہ سے روک دئے جاؤ تو قربانی کا جانور جو کچھ میسر ہو ذبح کرو چنانچہ اگر وہ حج کی نیت کر چکا تھا پھر روک دیا گیا یعنی ایسی شئے پیش آگئی جو حرم میں اس کے داخل ہونے سے مانع بن گئی تو اپنے ہدی کے جانور کو ذبح کرے؛ اسی لیے جس شخص کومعلوم ہو کہ راستہ پر امن نہیں ہے تو وہ حج نہ کرے اور نہ اس کے افعال کو مکمل کرے۔

چھٹی شرط عورتوں کے لیے محرم کا ہونا:

عورت کے لئے محرم کا وجود ہے یا قابل اعتماد عورت کی معیت ورفاقت اور اس سلسلے میں اصل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ:

"ان رسول اللہ ﷺ قال لا تسافر المرأة ثلا ثا الا مع ذی رحم محرم" (اللولوء والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان رقم ۸۴۷)۔

یعنی کریم ﷺ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے تین دنوں کا سفر نہ کرے۔

اسی کے ساتھ وہ حدیث بھی ہے جسے بخاری نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے:" **انه سمع النبی ﷺ یقول لا یخلونَّ رجل ولا تسافرنّ امرأة إلا ومعها محرم فقام رجل فقال: یا رسول الله اکتتبت في غزوة کذا و کذا وخرجت امرءتی حاجة فقال اذهب فحج مع امرأتک**" (الجامع الصحیح ٣٠٠٦)۔

یعنی حضرت ابن عباس نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی اختیار نہ کرے اور نہ کوئی عورت بغیر محرم کے کبھی سفر کرے۔ایک شخص نے کھڑے ہوکر سوال کیا کہ یارسول اللہ میں فلاں فلاں غزوہ میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہوں اور میری بیوی حج کے ارادے سے نکل رہی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے محرم کا پایا جانا ہی اس پر حج فرض ہونے کے لئے اصل ہے، اور یہ حکم عورت کے اعزاز وتکریم کی بنا پر ہے کہ سفر کے دوران اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص موجود رہے جو اس کی نگرانی، اس کی حفاظت اور اس کی خدمت کر سکے؛ لیکن ایسی عورت جس کے پاس کوئی ایسا محرم نہ ہو جو سفر حج میں عورت کا ہمسفر ہو سکے اور نہ وہ شوہر والی ہو تو ایسی صورت میں علماء کا اختلاف ہے ایک جماعت کی رائے ہے کہ وہ حج نہ کرے اور احناف کا بھی یہی قول ہے جب کہ امام مالک، امام شافعی اور ایک جماعت کی رائے ہے کہ وہ لائق اطمینان عورتوں کے ساتھ حج کرے۔جیسا کہ علامہ جیطالی وغیرہ نے ذکر کیا ہے (قواعد الاسلام ٢/١٣١)۔

جمہور کی اس رائے سے تو میں بھی اتفاق رکھتا ہوں کہ محرم کا پایا جانا ہی اصل ہے؛ لیکن ساتھ میں میرا رجحان مالکیہ شافعیہ اور اباضیہ کی رائے کی طرف بھی ہے کہ جب عورت کے ساتھ محرم یا شوہر کا سفر کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں قابل وثوق ساتھنوں کے ساتھ عورت کا سفر حج کرنا جائز ہونا چاہئے۔

دوسری بحث

حج کے ارکان اوراس کی اقسام

رکن اول احرام:

مقصد اول احرام کی اقسام، مقصد ثانی احرام کے مستحبات مقصد ثالث احرام کے ممنوعات،مقصد رابع احرام کے مباحات ،مقصد خامس حج کے میقات۔

رکن حج کی تعریف:

حج کا رکن وہ کہلاتا ہے جس کا وجود حج کی صحت کے لئے ضروری ہو۔اور جب کوئی حاجی حج کے چاروں ارکان میں سے کسی ایک رکن کوادانہ کرے تواس کا حج فاسد ہوجائے ،جس کی تلافی نہ دم سے ہوسکے نہ فدیہ سے اور نہ کسی اور ہی چیز سے۔

ارکان حج چار ہیں:

(۱)احرام(۲) طواف (۳)صفامروہ کے درمیان سعی (۴)وقوف عرفہ

رکن اول احرام ہے:

احرام کی تعریف:

حج اورعمرہ دونوں عبادتوں میں سے کسی ایک یا دونوں کوایک ساتھ اداکرنے کی نیت کرنا احرام کہلاتا ہے۔احرام رکن ہے؛ اس لیے کہ حج اور عمرہ ایک عبادت ہے،اورکوئی عبادت بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتی ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے۔

” وما امرو ا الا لیعبد و ا اللہ مخلصین لہ الدین حنفا ء“(البینہ۵)۔

یعنی ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"انما الا عمال با لنیات " (صحیح بخاری کتا ب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحي الی رسول الله، حدیث).

مقصد اول: احرام کی اقسام

با تفاق آٹھوں مذاہب حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، جعفریہ، زیدیہ، اباضیہ احرام کی تین قسمیں ہیں:

۱-احرام-افراد:

صرف افعال حج کی ادائیگی کی نیت کرنا اور نیت ان الفاظ سے کرے " **لبیک اللھم حجا** " اور حج کے ارکان اور اس کے واجبات ادا کرے، اور اس کے ساتھ حج کے مہینے یعنی شوال ذوقعدہ اور ذوالحجہ کا عشرہ اول میں عمرہ نہ کرے۔ چنانچہ اگر حج کی ادائیگی کے بعد عمرہ کیا تو وہ مفرد بالحج ہی ہوگا۔ حج افراد کرنے والے پر قربانی کرنا ضروری نہیں اور اگر انہوں نے قربانی کیا تو یہ اس کی طرف سے نفل ہوگا۔

۲-احرام-قران:

یہ حج اور عمرہ دونوں کے درمیان احرام کھولے بغیر دونوں کو ایک ساتھ ہی ادا کرنے کی نیت کرنا ہے۔ اس طرح کہ وہ حاجی ان الفاظ سے نیت کرے "**لبیک اللھم عمرۃ و حجا**".

پھر مکہ مکرمہ مین داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے اور صفا مروہ کی سعی کرے۔ اگر یہ

کرلیا تو اس نے اپنا عمرہ ادا کرلیا؛ لیکن وہ مسلسل اپنے احرام ہی میں رہے احرام نہ کھولے یہاں تک کہ ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ سے افعال حج میں مشغول ہوجائے۔ اس طرح کہ آٹھویں ذوالحجہ کی صبح کو مکہ سے منٰی جائے، نویں کو پھر عرفات، اوراس کے بعد مزدلفہ آئے، دسویں کو مزدلفہ سے جمرہ کبریٰ کی رمی کے لئے منٰی آجائے۔ پھر مکہ مکرمہ جاکر بیت اللہ کا طواف حج یعنی طواف افاضہ کر لے اور صفا مروہ کے درمیان حج کی سعی کرے۔ اس کے بعد احرام کھول کر حلال ہوجائے اور جمرات کی رمی کے لئے دو دن یا تین دن منٰی میں ٹھہرے۔ اور اب یہ عمرہ اور حج کو جمع کر لینے والا یعنی قارن ہوجائے گا۔

قارن پر ہدی ذبح کرنا لازم ہوتا ہے۔ اگر جانور ذبح کرنے کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے اپنے وطن واپس آنے کے بعد رکھے۔

۳- احرام تمتع:

وہ یہ ہے کہ حاجی عمرہ اور حج دونوں کرنے کی نیت رکھے مگر دونوں کے احرام میں فصل کرے۔ اس طرح کہ محرم افعال عمرہ ادا کرکے احرام کھول کر حلال ہوجائے۔

یہ عام طور پر اس صورت میں ہوگا کہ حاجی شروع ہی وقت میں حج کا سفر کرے صرف عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہی پہلے عمرہ کرے پھر احرام سے نکل کر حلال ہوجائے اور ہر اس چیز سے لطف اندوز ہو جس سے ایک غیر محرم لطف اندوز ہوتا ہے یعنی اپنی بیوی کے ساتھ رہے، خوشبو، سلا ہوا کپڑا استعمال کرے اور حلق وغیرہ کرانا چاہے تو کرائے پھر یوم ترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو حج کے لئے دوبارہ احرام باندھے، پھر افعال حج ادا کرے جن کا ذکر حج قران میں آچکا ہے۔

اگر کوئی مسلمان شوال ذوالقعدہ یا ذوالحجہ کے شروع کے دس دنوں میں عمرہ کرکے حلال ہوگیا پھر حج کیا تو وہ متمتع کہلائے گا؛ کیونکہ اس نے حج کے مہینوں میں دو عبادتوں کو ادا کیا اور ان

دونوں کے درمیان حلال بھی ہو گیا۔

متمتع پر وہی بات لازم ہوگی جو قارن پر لازم ہوتی ہے یعنی قربانی کرنا اگر قربانی کی استطاعت نہ ہو تو دس روزے رکھ لینا کافی ہو جائے گا۔ تین روزے ایام حج میں رکھ لے اور سات روزے وطن واپس ہونے کے بعد گھر پر رکھے۔

احرام کی ان تین قسموں کی اصل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:" **انها قالت خرجنا مع رسول اللہ ﷺ عام حجة الوداع فمنا من اهل بعمرة ومنا من اهل بحجة وعمرة ومنا من اهل بالحج، واهل رسول اللہ ﷺ بالحج ، فاما من اهل بالحج وجمع الحج و العمرة لم يحلوا حتى كان يوم النحر**" (صحیح البخاری کتاب الحج باب التمتع والقران والافراد: ۱۵۶۲)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال نکلے تو ہم میں سے بعض نے عمرہ کا احرام باندھا بعض نے حج وعمرہ دونوں کا احرام باندھا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا، اور نبی کریم ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ چنانچہ جو لوگ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے یا حج وعمرہ کو جمع کرنے والے تھے وہ لوگ یوم نحر سے پہلے حلال نہیں ہوتے تھے۔

مقصد ثانی

احرام کے مستحبات

حج کی تیاری کرنے والے کے لئے درج ذیل کام کرنا مستحب ہے:

(۱) سنن فطرت کو اختیار کرے یعنی زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرلے ناخن

تراش لے، مونچھیں کاٹ لے، داڑھی بڑھا لے، خوشبو لگا لے؛ اس لیے کہ وہ انتہائی لطیف جذبات واحساسات کے ساتھ بلند ترین مقامات میں عظیم ترین عبادات کرنے کے لئے اللہ تعالی کے دربار میں حاضر ہورہا ہے اوراس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مالک نے اپنی سندعن نافع عن عبداللہ عمر روایت کیا ہے:" **ان رسول الله ﷺ كان يغتسل لا حرا مه قبل ان يحرم ولدخول مكة ولو قوفه عشية عرفه**" (الموطاء باب الغسل للا ھلال کتاب الحج،۲۳۲/۱، وصحیح البخاری باب التطیب عندالاحرام کتاب الحج)۔

یعنی حضرت ابن عمر سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ، احرام باندھنے سے قبل احرام کیلئے ،اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے اورعرفہ کی شام کو اپنے وقوف عرفہ کے لئے غسل کیا کرتے تھے،اوردوسری حدیث وہ ہے جسے مسلم اوردارمی نے اپنی اپنی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: " **قالت كنت اطيب رسول الله ﷺ قبل ان يحرم باطيب الطيب** " یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو ان کے احرام باندھنے سے قبل عمدہ خوشبو لگایا کرتی تھی،اورحضرت عروہ فرمایا کرتے تھے: " **تطيبوا قبل ان تحرموا**" احرام باندھنے سے قبل خوشبو لگالیا کرو(صحیح مسلم ۴۸۸/۱ومسند دارمی حدیث ۱۸۰)۔

(۲)احرام کے مستحبات میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ مردازار یعنی لنگی چادراور چپل پہنے، سلے ہوئے کپڑے اتاردے۔

(۳)احرام باندھنے سے معا پہلے،مستقلا دورکعات نماز پڑھ لے؛ ہاں اگر کسی فرض نماز کے بعداحرام باندھے تو پھر مستقلا دورکعت نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے؛لیکن اگر پڑھ لیا تو بہتر ہے، بشرطیکہ قافلہ کواس کی وجہ سے چلنے میں دیر نہ کرنا پڑے۔

(۴)بلندآواز سے یہ کہتے ہوئے نیت کرے" **لبيك اللهم حجا** " یااس طرح کہے" **اللهم حجا و عمرة** "۔اگرحج افراد، یاقران یاتمتع کرنے کاارادہ رکھتا ہے تو نیت میں

اس کو متعین کرے۔ اگر صرف حج کی نیت کیا پھر اس کو قران یا تمتع بنالیا تو اس میں کوئی حرج نہیں پھر نیت کے فورا بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھے۔

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو اصحاب سنن نے نقل کیا ہے: "**ان تلبیه النبی** ﷺ، **لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک، لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک لا شریک لک**"۔

"میں حاضر ہوں خداوندا تیرے حضور میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک ساجھی نہیں، میں تیرے حضور میں حاضر ہوں، ساری حمد وستائش کا تو ہی سزاوار ہے اور ساری نعمتیں تیری ہی ہیں اور ساری کائنات میں فرمانروائی بھی بس تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں"

تلبیہ کے ان صیغوں پر آٹھوں مذاہب کا اتفاق ہے؛ البتہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس میں اضافہ فرمایا کرتے تھے:

"**لبیک لبیک وسعدیک، والرغبة إلیک والعمل،** (الموطاء ۱/۱/۳۳۱ باب العمل الاھلال وفی البخاری ۱۵۴۹ وصحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیہ" (والجامع الصحیح باب الإھلال بالحج والتلبیہ ۳۱۹ وشرح السنہ للبغوی ۱۸۶۵)۔

(۵ تلبیہ کی فضیلت کے سلسلے میں ابن ماجہ نے اپنی سند سے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے "**قال قال رسول اللہ** ﷺ **علیه وسلم، مامن مسلم یلبي الا لبی ما عن یمینیه من حجرا وشجر اومدر حتی تنقطع الا رض من ھا ھنا الی ھا ھنا**"۔ یعنی حضرت سہل بن سعد نے فرمایا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا مومن ومسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ کہتا ہے (**لبیک اللھم لبیک الخ**) تو اس کی داہنی طرف جو مخلوق ہوتی ہے خواہ وہ بے جان پتھر ہو یا درخت یا مٹی کے ڈھیلے ہی ہوں وہ بھی اس مومن کے ساتھ لبیک کہتی ہے یہاں تک کہ زمین اس طرف سے اور اس طرف تک تمام ہو جاتی ہے۔ (مسند ابن ماجہ باب التلبیہ کتاب الحج)۔

اور بہتر ہے کہ ہر ہر حالت کے بدلنے، بلندی پر چڑھنے، اس سے اترنے، کھڑے ہونے، بیٹھنے ساتھیوں سے ملاقات، اور منزل پر اترنے کے وقت تلبیہ کی آواز بلند کرلیا کرے۔ چنانچہ صحابہ کرام حج کے سفر سے مدینہ واپس ہوتے تو بلند آواز سے تلبیہ پڑھنے کی وجہ سے ان کی آواز بھاری ہوچکی ہوتی۔۔تلبیہ کے ساتھ درود شریف پڑھنا بھی مستحب ہے۔

(٦) احرام کے مستحبات میں سے گفتگو کم کرنا بھی ہے الا یہ کہ اللہ تعالی کا ذکر ہو یا تلبیہ ہو یا رسول اللہ پر درود ہو، دعا ہو، یا اللہ کی حمد وثنا ہو۔ علامہ ابن قدامہ نے فرمایا کہ حاجی کے لئے کلام کم کرنا مستحب ہے؛ مگر ایسے امور میں جو اس کے لئے مفید ہوں۔

اور قاضی شریح کے متعلق منقول ہے کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو (قلت کلام کی وجہ سے) ایسا معلوم ہوتا کہ گویا وہ بہرے سانپ ہیں، اور وہ لغویات، جھوٹ، غیر مباح امور سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کی گفتگو زیادہ ہوتی ہے اس کی لغزشیں بھی زیادہ ہوتی ہیں'' (المغنی لابن قدامہ ۵/۱۱۳)۔

مقصد ثالث

احرام کے ممنوعات

محرم پر نیت کے فوراً ہی بعد چند چیزیں حرام ہوجاتی ہیں، اگرچہ احرام باندھنے کے لئے اس نے غسل نہیں کیا ہو یا مردوں نے ازار ورداء نہیں پہنا ہو پھر بھی وہ چیزیں ان پر حرام ہوجائیں گی۔

اہم ترین ممنوعات احرام درج ذیل ہیں:

(۱) جماع اور مقدمات جماع، یہ شدید ترین ممنوعات میں سے ہے؛ کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

" **فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج** "(البقرہ:١٩٧)۔

یعنی جو شخص ان میں حج مقرر کرے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے نہ کوئی بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع زیبا ہے،

علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا۔ اور کسی شے سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی؛ اس لیے کہ اس نے اپنے احرام کو باطل کرلیا۔ اور یہی ایک ایسا فعل ممنوع ہے جو حج کو باطل اور اس کو ایسا فاسد کر دیتا ہے جس کی تلافی جانور ذبح کرنے یا روزہ رکھنے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ذریعہ نہیں ہو سکتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جس شخص نے جماع کرلیا تو اس کے ذریعہ افعال حج کو مکمل کرنا بھی اور آئندہ سال دوبارہ حج کرنا بھی فرض ہو جاتا ہے۔

اور مذہب جعفریہ میں یہ ہے کہ جو شخص میقات سے پہلے احرام باندھ لے پھر اپنی بیوی سے جماع کرلے تو اس پر کفارہ نہیں ہے، اور جو شخص میقات کے بعد بھولے سے وطی کرلے اس پر کوئی حرج نہیں ہے، اور جو شخص جان بوجھ کر جماع کرلے تو اس کا حج فاسد ہو جائے گا۔

(٢) ممنوعات احرام میں سے خشکی میں رہنے والے جانوروں کا شکار کرنا اور اس کا کھانا بھی ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے" **يا ايها الذين آمنو لا تقتلو الصيد وانتم حرم** " اے یمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جب کہ تم بحالت احرام ہو(المائدہ: ٩٥)۔

آیت کریمہ میں شکار کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے اور جہاں تک اس کے کھانے کی حرمت کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالی کے اس ارشاد سے ثابت ہو جاتا ہے:"**حرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما** "(المائدہ:٩٦)۔

یعنی خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے اوپر حرام کیا گیا ہے جبکہ تم حالت احرام میں ہو۔ اور

اصحاب سنن نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " **ألا ان الله قد حرم مكة يوم خلق السما وات والارض فهو حرا م بحرا م الله إلى يوم القيا مة لا ينفر صيدها ولايعضد شجرها ولا يختلي خلا ها ولا تحل لقطتها الا لمنشد، فقال عباس رضى الله عنه يا رسول الله إلا الئا ذخر فا نه للقبر والبيوت فقا ل رسول الله** ﷺ **الا الا ذخر** " (رواہ البخاری ومسلم والکافی ۴/۲۲۵)۔

یعنی سنو! اللہ تعالی نے جس دن آسمان اورزمین کو پیدا کیا اسی دن مکہ مکرمہ کوحرام قرار دیدیا تو وہ اللہ کے حرام کرنے کی وجہ سے قیامت تک حرام ہی رہے گا، اس کے کسی شکار کو پریشان نہیں کیا جائے گا، اس کے درخت کو کاٹا نہیں جائے گا اس کے گھاس کو اکھاڑا نہیں جائے گا اور نہ وہاں کسی گری پڑی چیز کا اٹھانا کسی کے لیے حلال ہوگا، سوائے اس شخص کے جو اس کی تشہیر واعلان کے ارادے سے اٹھانے والا ہو۔

اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ اذخر کا استثنا کر دیا جائے؛ کیونکہ قبر اور مکانات کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس پر آپ نے فرمایا" **الا الا ذخر** " اذخر کو کاٹا جاسکتا ہے۔

(۳) ممنوعات احرام میں سے مثلا جس شخص نے خشکی کے جانوروں میں سے کسی شکار کو قتل کر دیا یا اس کو کھالیا تو ضروری ہے کہ ایسے دو عادل آدمی پر مشتمل ایک فیصلہ کن کمیٹی قائم ہو جائے جو دونوں اس محرم پر اس بدلہ کا فیصلہ کریں جو اس شکار کردہ جانور کے مثل ہو۔ یا اس جانور کے مثل ہو جسے اس نے کھالیا ہو۔

اس کی دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے" **ومن قتل منكم متعمد ا فجزاء مثل ما قتل من النعم يحكم به ذوا عدل منكم** "(المائدہ ۹۵)۔

یعنی اور جو شخص تم میں سے جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر وہ پاداش واجب ہوگی جو

کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے۔جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں۔

(۴)(ممنوعات احرام ہی میں سے ہونے کے سبب) ضروری ہے کہ مرد سلے ہوئے کپڑوں کے استعمال سے پرہیز کریں، نہ کہ عورتیں اور مرد وعورت دونوں ایسے کپڑوں کے استعمال سے گریز کریں جس میں عمدہ خوشبو لگی ہوئی ہو، اسی طرح خوشبو لگانے سے بھی دونوں اجتناب کریں۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے:

"ان رسول اللهﷺ سئل مايلبس المحرم من الثياب فقال رسول ﷺ لا يلبس القميص ولا العما ئم ولا السرا ويل ولا البر انس ولا الخفاف، الا احد لا يجد نعلين فليلبس خفين وليقطعهما من اسفل الكعبين ولا تلبسو امن الثياب شيئا مسه الزعفران أوورس " (اللولوء والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ص:۷۳۱ اول کتاب الحج وکلاھما عن عبداللہ بن عمر)۔

یعنی نبی کریمﷺ سے دریافت کیا گیا کہ محرم کون سا کپڑا پہنے؟ آپ نے فرمایا کہ نہ کرتا قمیص پہنے نہ سر پر عمامہ باندھے نہ شلوار پاجامہ پہنے اور نہ بارانی پہنے (یعنی ایسا لباس نہ پہنے جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام دے جیسے برساتی جیکٹ وغیرہ) اور نہ پاؤں میں موزہ پہنے سوائے اس کے کہ کسی کے پاس پہننے کو جوتا چپل نہ ہو تو موزہ پہن لے اور اس کو ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے اور ایسا بھی کپڑا نہ پہنے جس میں زعفران یا ورس لگا ہو اگر کسی نے خوشبو لگا لیا یا سلا ہوا کپڑا پہن لیا تو اس کے ذمہ کسی ایسی چیز کا صدقہ کرنا یا ایسے جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے جو اس کی طرف سے امر ممنوع کے ارتکاب کا کفارہ بن سکے۔لیکن عورت غیر احرام کی حالت والا کپڑا پہنے

گی بجز برقع ودستانہ کے کہ اس کا استعمال اس کے لئے بھی جائز نہ ہوگا؛ کیونکہ اس کا احرام اس کے چہرے اور ہتھیلی ہی میں ہوتا ہے؛ البتہ جب کسی قوم کے پاس سے گزرے اور فتنہ کا اندیشہ ہوتو اپنے دوپٹہ کا کچھ حصہ اپنے چہرہ پر ڈال لے۔

(۵) ممنوع ہونے ہی کے بناپر محرم کے لئے ناخن کا کاٹنا یا سر کے بالوں کا مونڈوانا یا قصر کرانا جائز نہیں ہے، اوراس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے "**ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الهدي محله**" (البقرہ:۱۹۶)۔

یعنی اپنے سروں کو اس وقت تک مت منڈواؤ جب تک کہ قربانی کا جانور اپنے موقع پر نہ پہونچ جائے اور جس شخص کے سر میں جلدی یا کسی اور مرض کی وجہ سے ایسی چیز پیدا ہوجائے جو اسے تکلیف پہونچاتی ہوتو وہ اپنے سر کا حلق کراسکتا ہے اوراس پر فدیہ ہوگا۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سند سے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

"**إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لعلک أذاک هو امک؟ قال نعم يا رسول الله، قال رسول ﷺ احلق رأسک و هم ثلاثة أيام اور أطعم ستة مساكين او انسک بشاة**"۔

یعنی کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ شاید تمہیں سر کے کیڑے، جوئیں وغیرہ کی وجہ سے تکلیف ہورہی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے سر کو منڈوالو اور تین دن روزے رکھ لو یا چھ مساکین کو کھانا کھلادو یا ایک بکری ذبح کرو، (اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ص:۷۹۴)۔

(۶) (منوعات احرام ہی کیوجہ سے) احرام کے دوران ایام حج میں نکاح کرنا جائز

نہیں ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مالکؒ نے اپنی سند سے حضرعثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے " **لأن رسول الله ﷺ قال لا ينكح المحرم ولا يخطب ولا ينكح**" (المو طاء کتا ب الحج باب نکاح المحرم:۱/۳۴۸)۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محرم نکاح نہ کرے نہ نکاح کا پیغام دے اور نہ کسی کا نکاح کرائے"۔

یہ اس وجہ سے کہ حج یا عمرہ کرنے والا، افعال حج وعمرہ اور شعائر اللہ کے لئے پورے طور پر فارغ رہے، اور اس کا دل نکاح سے متعلق کسی شے میں مشغول نہ ہو اگر پیغام دیدیا یا عقد کرلیا تو عقد فاسد ہوگا اور احرام سے حلال ہونے کے بعد دوبارہ عقد کرنا ضروری ہوگا۔

(۷) ساتھیوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا، ان سے بحث ومباحثہ، اور گناہوں کا ارتکاب، ان امور میں سے کسی بھی شے کا مرتکب ہونا محرم کے لئے حرام ہے۔

دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:" **فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدا ل فى الحج** " (البقرہ۱۹۷)۔

یہ اس وجہ سے ہے کہ اگر اس نے کسی شے کا ارتکاب حالت احرام میں یا ارض حرم میں کیا تو جس طرح حسنات کے انجام دہی سے ثواب دوگنا ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے مقابل سیئات کے ارتکاب سے بھی گناہ دوگنا ہوجائے گا۔

صرف حرم ہی وہ جگہ ہے جہاں کسی فعل ممنوع کے محض ارادہ کرنے پر بھی حق تعالی سزا دیتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:" **ومن يرد فيه با لحاد بظلم نذقه من عذا ب اليم** " (الحج ۲۵)۔

یعنی جو شخص حرم میں کجروی کے ساتھ کسی ظلم کا ارادہ بھی کرے گا تو میں اس کو دردناک عذاب کا مزہ چکھاؤں گا"۔

مقصدرابع :احرام کے مباحات

قاعدہ شرعیہ یہی ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے بجز اس شے کے جس کی حرمت پر دلیل وارد ہوئی ہو۔اس بنا پر مذکورہ ممنوعات میں سے جس پر جب تک کوئی نص نہ ہوگی تو وہ اس قاعدہ شرعیہ کے مطابق دراصل مباح ہی ہوگا۔

ان مباحات میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) صفائی و نظافت کے لیے غسل کرنا،لنگی چادر بدلنا۔ جب کہ یقیناً جناب رسول اللہ ﷺ حالت احرام میں غسل فرمایا کرتے تھے۔

(۲) کمر بند وغیرہ کا استعمال کرنا جس کے ذریعے روپے پیسے یا کاغذات کی حفاظت کر سکے۔

(۳) دھوپ یا بارش سے بچنے کے لئے سایہ حاصل کرنا؛ خواہ معروف چھتری کے ذریعہ ہو یا خیمہ وچھت یا گھر یا کسی بھی مباح شے کے ذریعہ ہو۔ نبی کریم ﷺ پر حجۃ الوداع میں حضرت بلال اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما دھوپ سے سایہ کرتے تھے۔

(۴) ہواؤں کے تھپیڑوں کی وجہ سے چہرے کا ڈھانپ لینا یا عورتوں کا جب ان کے پاس سے لوگ گزریں اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو چہروں کا ڈھانپ لینا، مباحات میں سے ہے۔

(۵) بھولے سے سر کو ڈھانپ لینا اس کو کھجلانا، آئینہ دیکھنا۔

(۶) خوشبو سونگھنا، مسواک استعمال کرنا، سرمہ لگانا۔

(۷) مہندی کے ذریعہ خضاب کرنا بشرطیکہ زینت کا ارادہ نہ ہو؛ لیکن اسی حد تک کہ حاجیوں کو یہ سارے کام افعال حج سے غافل نہ کر دے۔

(۸) علاج ومعالجہ کرانا؛ خواہ انجکشن لینے یا دوا وغیرہ کے ذریعہ ہو یا دانت اکھاڑنے،

یا طب مشروع کے وسائل میں سے کسی ضروری آپریشن وغیرہ کرانے کے ذریعہ ہو۔

(۹) نقصان وضرر پہونچانے والے پانچوں جانور کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کاٹنے والا کتا جنہیں فواسق کہا جاتا ہے اس کو اور مکھی مچھر اور چیونٹی کو مارنا اور قتل کرنا بھی جائز ہے۔

دلیل بخاری ومسلم کی وہ حدیث ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

"قالت قا ل رسول الله ﷺ خمس من الد واب كلهن فواسق يقتلن فی الحرم، الغراب والحدأة والعقرب والفارة والكلب العقور " (اللولوءوالمرجان ص:۲۷۶)۔

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تما جانو میں سے پانچ فواسق ہیں جنہیں حرم میں قتل کیا جاسکتا ہے کوا، چیل، بچھو، چوہا اور کٹکھنا والا کتا، اور یہ حکم اس لیے ہے کہ یہ سارے ہی جانور لوگوں کے لئے انتہائی ضرر رساں ہیں۔

مقصد خامس......حج کے مواقیت:

مواقیت کی دوقسمیں ہیں:

الف-مواقیت زمانیہ:

وہ حج کے متعینہ مہینے شوال ذوقعدہ ذوالحجہ میں حج کے ایام ہیں۔تو جس شخص نے ان مہینوں کے علاوہ میں حج کیا تو اس کا حج باطل ہوگا۔

دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:" **الحج أشهر معلومات** " (البقرہ: ۱۹۷) یعنی حج چند معین مہینوں میں ہے، باقی رہا عمرہ، تو وہ سال کے تمام دنوں میں صحیح ہے؛ البتہ عرفہ کے پورے دن مکروہ ہے۔

(نوٹ اصل عربی رسالہ میں اس کے بعد جونقشہ ہے اس میں انہیں میقاتوں اور مکہ سے ان کی دوری کی وضاحت ہے)۔

ب-مواقیت مکانیہ :یہ وہ مقامات ہیں جن سے آگے بڑھنا حج یا عمرہ کرنیوالوں کے لئے بغیر احرام کے جائز نہیں ہوتا ہے ، اور مستحب ہے کہ ان مقامات یا اس کے محاذات سے احرام کا آغاز کرے ، بالخصوص وہ لوگ جو بسوں، اسٹیمروں سے سفر کرتے ہیں؛ لیکن وہ لوگ جو ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر کرتے ہین ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنے ملکوں سے احرام کی تیاری کرلیں ؛ لیکن جہاز سے نیت احرام کا آغاز اس وقت سے ہوگا جبکہ آنے والا مواقیت مکانیہ کے مقابل میں آ جائے یہ حکم اولویت ان لوگوں کے لئے ہے جو دور دراز ملک یورپ، افریقہ چین یا ہندوستان سے آنے والے ہوں۔

ان مواقیت مکانیہ کی تعیین نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں کی ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے: " **ان رسول الله ﷺ وقّت لاهل المدينة ان يهلوا من ذي الحليفة ولأهل الشام الجحفة ولا هل نجد قرن المنازل ولاهل اليمن يلملم، فمن اتىٰ عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمهله من اهله وكذا لک، حتى اهل مكة يهلون منها**" (اللولوء والمرجان: ٧٣٤ عن ابن عباس)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفۃ کو مقرر کیا کہ اہل مدینہ یہاں سے احرام باندھیں، اور ہل شام کے لئے جحفہ کو اہل نجد کے لئے قرن منازل کو، اہل یمن کے لئے یلملم کو۔

پھر یہی میقات، ان لوگوں کے لئے بھی میقات ہے جو دوسرے علاقوں سے ان

مقامات پر ہوتے ہوئے آئیں اور ان کا ارادہ حج وعمرہ کا ہو، پس جو لوگ ان مقامات کے اندر ہوں تو وہ اپنے گھر ہی سے احرام باندھیں گے، اور یہ قاعدہ اسی طرح چلے گا، یہاں تک کہ خاص مکہ کے رہنے والے بھی مکہ ہی سے احرام باندھیں گے۔

ان مقررشدہ جگہوں سے کسی محرم کے لئے بغیر احرام کے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر ان مواقیت سے آگے بڑھے گا تو اس کے ذمہ دم لازم ہوگا؛ ہاں یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ میقات پہنچنے تک واپس لوٹ جائے پھر میقات ہی سے احرام باندھے، اور یہ اس پر آسان ہے کہ لزوم دم سے بچ جائے گا۔ البتہ اہل مکہ اور جو میقات اکے اندر یعنی مکہ مکرمہ کے قریب رہتے ہیں۔ مثلا جدہ اور طائف میں رہنے والے تو یہ لوگ اپنے شہر سے احرام باندھیں گے۔ اور جس نے اپنے حج یا عمرہ سے قبل مسجد نبوی کی زیارت کی تو اس کا احرام اب اہل مدینہ کی طرح ذوالحلیفہ (جسے ان دنوں ابیار علی کہا جاتا ہے) سے ہوگا، اور ذوالحلیفہ سے اس کے احرام کی صحت کے لئے کچھ متعینہ دنوں تک مدینہ میں ٹھہرنا ضروری نہیں ہوگا۔

☆☆☆

بحث ثالث

حج کے ارکان کے مناسب ولازم امور کا بیان

(رکن اول حج کا احرام تھا جس کے متعلق تفصیلات گذر چکیں۔اب رکن ثانی طواف بیت اللہ کا بیان ہورہا ہے اور یہ چھ مقاصد پر منقسم ہیں)۔

مقصد اول۔طواف کی مشروعیت کے دلائل۔مقصد طواف کی فضیلت، تیسرا مقصد طواف کی قسمیں، چوتھا مقصد۔طواف کے شرائط، پانچواں مقصد طواف کے مستحبات، چھٹا مقصد طواف کی غلطیاں'' کے بیان میں ہے۔

بحث ثالث ارکان حج کے متعلقات ولوازم کے بیان میں حج کا رکن ثانی بیت اللہ کا طواف ہے، اور رکن کی تعریف یہ ہے کہ طواف لغت کے اعتبار سے طاف یطوف سے مشتق ہے یعنی دار یدور یعنی دوڑنا، چکر لگانا، کسی شے کے اردگرد گھومنا۔

شرعی تعریف:

نیت کے ساتھ کعبہ کے اردگرد سات مرتبہ چکر لگانا ہے جس میں ہر چکر کا آغاز حجر اسود کی جانب بائیں طرف سے ہوکر، بیت اللہ کے تینوں ارکان یعنی تینوں کونے سے گذرتے ہوئے حجر اسود ہی پر ختم ہونا ہے۔

مقصد اول

رکن طواف کی مشروعیت کے دلائل:

طواف ارکان حج میں سے ایک رکن ہے اس کے چھوڑ دینے سے حج یا عمرہ باطل ہی ہوجاتا ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

"**ولیطو فو ا با لبیت العتیق**" (حج ۲۹) یعنی طواف کریں اس قدیم گھر کا۔اس آیت میں صیغہ امر وجوب کے لئے ہے اوراس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: "**ان رسول اللہ ﷺ طاف بالبیت وھو علی بعیرہ کلما اتی علی الرکن اشار الیه بشئی فی ید ہ و کبر**" یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی پر سوار ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا جب بھی رکن اسود کے پاس سے گزرتے تو اس کی طرف اپنے ہاتھ کی کسی چیز کے ذریعہ اشارہ کرتے اورتکبیر کہتے" (صحیح البخاری کتاب الطلاق باب الاشارہ فی الطلاق اولامور، وقال ابن عمر حدیث ۸۹۴ ۷تفصیل رسائل الشیعہ ۱۸۱۶۶)۔

آپ نے طواف نہ کرنے کے سلسلے میں مریضوں کو بھی رخصت نہیں دی؛ بلکہ امام مالک وبخاری نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: "**قالت شکوت الی رسول اللہ ﷺ انی اشتکی ، فقا ل طوفی من وراء الناس وانت را کبة**" (البخاری باب المریض یطوف راکبا کتاب الحج حدیث:۱۶۳۲ والموطاء، ۱/۱/۳۷ باب جامع الطّواف)۔

"یعنی حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے اپنی بیماری کا عذر پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:تم سوار ہوکرلوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کرلو"

تو آپ نے حضرت ام سلمہ کو جب کہ وہ مریضہ تھیں طواف چھوڑنے کی اجازت نہیں دی، اور نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کو اجازت دی جب وہ حائضہ ہوگئی تھیں کہ جس طرح

حائضہ سے نماز ساقط ہو جاتی ہے اس طرح طواف بھی ساقط ہو جائے گا بلکہ ان کو حکم کیا کہ ابھی انتظار کرو جب پاک ہو جائیں تو پھر بیت اللہ کا طواف کرلیں۔

تو نبی کریم ﷺ کا یہ حکم اس امر کے بالا جماع ،للوجوب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مقصد ثانی: طواف کی فضیلت

منذری نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "ان النبی ﷺ **قال ینز ل الله کل یوم علی حجاج بیته الحرام عشرین ومائة رحمة، ستین للطا ئفین و ار بعین للمصلین وعشرین للنا ظرین** "(الترغیب والترہیب ص: ۱۸۶۲)۔

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی اپنے بیت حرام کے حاجیوں پر ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں پر، چالیس نماز پڑھنے والوں اور بیس بیت اللہ کے دیکھنے والوں پر۔

مسلمانوں کو یہ سمجھ لینا کافی ہے کہ یہی وہ پہلا گھر ہے جسے اللہ نے لوگوں کے فائدہ کے لئے زمین میں بنایا ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے:" **ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة، مبار کا وهدی للعلمین فیه آیات بینات مقا م إبرا هیم ومن دخله کان آ منا**" (آل عمران: ۹۶-۹۷)۔

یعنی یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہی مکان ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے، جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت ولا ہے اور ساری دنیا والوں کے لئے رہنما ہے، اس میں کچھ کھلی ہوئی نشانیاں ہیں؛ منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے، اور جو شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے وہ امن والا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ شریف کے پاک کرنے کا حکم دیا:" ان طهرا بيتي للطا ئفين والعا كفين والر كع السجود " (البقرہ:۱۲۵)۔

یعنی مرے گھر کو خوب پاک رکھا کرو طواف کرنیوالوں، اعتکاف کرنیوالوں اور رکوع سجدہ کرنیوالوں کے واسطے"۔

یہی گھر تمام انبیاء کرام، جناب رسول اللہ محمد ﷺ، تمام صحابہ کرام کا مطاف ہے اور سارے مسلمان ہر زمانے میں وہاں جوق در جوق آکر اس گھر کا طواف اور گریہ وزاری کے ساتھ اللہ تعالی سے دعا کرتے رہے ہیں۔

تیسرا مقصد

طواف کے اقسام، طواف کی چار قسمیں ہیں، طواف لزوم، طواف افاضہ، طواف وداع، طواف نفل

ا-طواف قدوم:

یہ اس شخص کے لئے ہے جو متمتع بن کر یا قارن یعنی حج وعمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آئے تو یہ طواف ارکان عمرہ میں سے ایک رکن ہو جائے گا، لیکن اگر وہ حج کرنیوالا ہوگا تو اس کا یہ طواف تحیۃ المسجد الحرام کہلائے گا، اور یہ اس کے لیے مستحب ہے۔ اس کو طواف قدوم (آنے کا طواف) اس لیے کہا جاتا ہے کہ محرم، بیت اللہ پہونچ کر سب سے پہلے یہی طواف کیا کرتا ہے۔

طواف افاضہ:

یہ طواف ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو کیا جاتا ہے، اس سے پہلے جائز نہیں ہوتا ہے۔ اگر

عیدالاضحیٰ کے دن وہ طواف نہ کرسکا تو پورے ماہ ذوالحجہ میں کسی دن کر لے اور یہ حکم یہاں اس طواف کے وقت میں دسویں ذوالحجہ سے زیادہ توسیع کی بنیاد پر ہے۔

یہ طواف حج کا رکن ہے؛ خواہ حاجی نے افراد یا تمتع یا قران کی نیت کی ہو، اس کو طواف افاضہ (واپس لوٹنے کا طوف) اس لیے کہا جاتا ہے کہ حاجی اس طواف کی ادائیگی ہی کے لیے عرفات مزدلفہ اور منی سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آتا ہے۔

۳-طواف وداع:

یہ آخری عبادت ہے جسے حاجی مکہ مکرمہ سے اپنے وطن، یا زیارت کے لئے مدینہ منورہ کی طرف کوچ کے وقت کرتا ہے، جبکہ اس کو لوٹ کر پھر مکہ مکرمہ بالکل نہ آنا ہو۔

بعض فقہاء کرام نے اس کو واجب قرار دیا ہے؛ لیکن یہ ارکان حج میں سے کوئی رکن نہیں ہے؛ کیونکہ ازواج مطہرات میں سے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا جب حائضہ ہو گئیں تو آپ نے فرمایا" **لعلها تحبسنا** "، ممکن ہے صفیہ ہمیں کوچ کرنے سے روک دے۔ پھر آپ نے ازواج مطہرات سے دریافت کیا" **الم تکن طافت ممکن**"، کیا صفیہ نے تمہارے ساتھ طواف افاضہ نہیں کیا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں کیا تھا، تو آپ نے ارشاد فرمایا "**فاخرجی**" پھر کوچ کرو (رواہ البخاری الجامع الصحیح ص: ۳۲۸)۔

آپ ﷺ نے حضرت صفیہ سے طواف وداع کو ساقط فرمادیا، اگر انہوں نے طواف افاضہ نہیں کیا ہوتا تو پھر پورا قافلہ مدینہ سفر کرنے سے روک دیا جاتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف وداع واجب نہیں ہے۔

۴-طواف تطوع ونفل:

یہ وہ طواف ہے جسے کوئی بھی مسلمان مرد وعورت پورے سال دن یا رات کے کسی بھی وقت میں جب وہ حرم میں داخل ہو یا اس میں معتکف ہو، تو کرسکتا ہے، یہ طواف مستحب ہے

واجب نہیں اسے تحیۃ الحرام قرار دیا جاتا ہے۔

چوتھا مقصد: طواف کے شرائط

طواف کے چند شرائط ہیں جن کے پائے جانے کے بعد ہی طواف صحیح ہوتا ہے اور وہ درج ذیل ہیں۔

(ا) پہلی شرط، حدث اصغر اور اکبر دونوں سے پاک ہونا ہے، اور اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے:" **قالت خرجنا لا نرى الا الحج ، فلما كنا بسرف حضت ، فدخل على رسول الله ﷺ وانا أبكى، قال ما لک ؟ انفست ؟ قلت نعم ، قال ان هذا امرا لله على بنات آدم فاقض ما يقضي الحاج ، غير ان لا تطو في با لبيت حتى تطهري** "(اللولوء والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان ص:۷۵۷)۔

یعنی حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ حج ہی کے ارادے سے مدینہ منورہ سے نکلے تھے جب مقام سرف پر پہونچے تو مجھے حیض آ گیا، میں بیٹھی رو رہی تھی کہ خیمہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا تجھے کیا ہو گیا؟ شاید حیض آ گیا ہے، میں نے کہا ہاں یہی بات ہے، تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایسی چیز ہے جسے اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لازم کر دیا ہے۔ تم سارے وہ افعال ادا کرتی رہو جسے حاجی کیا کرتے ہیں، البتہ بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو جب تک تم حیض سے پاک نہ ہو جاؤ"

یہ حکم تو حدث اکبر کے متعلق ہوا جو جنابت، یا حیض ونفاس ہے، باقی رہا حدث اصغر، تو بخاری ومسلم اپنی اپنی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں: "**عن عروه عن عا ئشة رضي الله عنها قا لت ان اول شئى بدأ به البنى ﷺ حين بدا**

أنه توضأ ثم طاف با لبيت '' (اللولوءوالمرجان ص:۷۷۵)۔

یعنی عروہ سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے وضو کیا پھر بیت اللہ کا طواف کیا:

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ''**ان رسول اللہ ﷺ قا ل ان الطواف با لبيت مثل الصلواة ، الا انكم تتكلمون فمن تكلم فلا يتكلم إلا بخير** '' (صحیح اب خزیمہ ص:۲۷۳۹)۔

''یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیت اللہ کا طواف نماز کے مثل ایک عبادت ہے، بس فرق یہ ہے کہ تم طواف کے دوران بات کر سکتے ہو تو جو کو ئی طواف کی حالت میں کسی سے بات کرے تو نیکی اور بھلائی ہی کی بات کرے۔

(۲) طواف کی دوسری شرط قابل ستر اعضاء کا چھپانا ہے، یہ اس لیے کہ نماز میں اعضاء ستر کا چھپانا ضروری ہے، تو گذشتہ حدیث کی روشنی میں طواف میں بھی اعضاء ستر کا چھپانا ضروری ہوگا اس لیے کہ اسلام نے زمانہ جاہلیت کی اس خبیث و ناپاک رسم کو ختم کر دیا جس میں مرد ہی نہیں؛ بلکہ عورتیں بھی ننگے طواف کرتی تھیں۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے: '' **عن أبی هريره رضي الله عنه أن ابا بكر الصديق رضي الله عنه بعثه فى الحجة التى امّره عليها رسول الله ﷺ قبل حجة الوداع يوم النحر فى رهط يوذن فى الناس ألايحج بعد العام مشرك ولا يطوف با لبيت عريان** ''(اللولوءوالمرجان ص:۸۵۴)۔

یعنی حضرت ابوھریرہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ امیر بنا کر بھیجا تھا کہ قربانی کے دن میں تمام لوگوں کے سامنے یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی بھی مشرک بیت اللہ کا حج نہیں کرے گا اور نہ

کوئی ننگے بدن طواف کرے گا‘‘

(۳) طواف کی تیسری شرط ،طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا ہے۔ چنانچہ جوشخص حجر اسود کے بعد سے طواف شروع کرے گا تو اس شوط کا شمار نہ ہوگا، اس شوط کو دوبارہ کرنا اس کے ذمہ لازم ہوگا۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مالک و مسلم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے:’’**عن جا بر بن عبد الله رضی الله عنه أنه قال رأيت رسول اللهﷺ يرمل من الحجر الأ سود** ‘‘ (الموطا ۱/۳۶۴ فی الحج باب الرمل فی الطّواف ،صحیح مسلم فی الحج باب استحباب الرمل فی الطّواف والعمرہ ص: ۱۲۶۳ وللحدیث روایتان عن ابن عمر ایضا فی مسلم‘‘)۔

یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریمﷺ کو حجر اسود سے رمل کرتے ہوئے دیکھا‘‘

(۴) طواف کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ طواف بیت اللہ کے باہر ہو، اور کعبہ طواف کرنیوالے کے بائیں جانب ہو۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے:’’**ان رسول اللهﷺ لما قدم مكة أتى الحجر فاستلم ثم مشٰى على يمينه فرمل ثلثا و مشى أربعا** ‘‘ (صحیح مسلم کتاب الحج، باب ماجاء ان عرفہ کلہا موقف ص: ۱۲۱۸)۔

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ جب مکہ مکرمہ پہونچے تو حجر اسود کے پاس تشریف لائے اور اس کا بوسہ لیا پھر دائیں جانب سے طواف کیا تین شوط میں تو رمل کیا اور چار شوط میں اپنی عادت کی رفتار سے چلے۔

لہٰذا: اگر بائیں جانب سے طواف کیا یا حجر اسمٰعیل (حطیم) سے داخل ہو گیا تو مکمل طواف کا اعادہ کرے گا، یا اس شوط کا اعادہ کرے گا، جس کو حجر اسمٰعیل سے شروع کیا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں اس نے کعبہ کے اردگرد کا چکر نہیں لگایا؛ بلکہ اندرون کعبہ میں طواف کیا اس لیے

کہ مشہور قول یہی ہے کہ حجر اسمٰعیل یعنی حطیم کعبہ میں داخل ہے۔

(۵) پانچویں شرط طواف کا سات شوط ہونا ہے۔اس کی دلیل گذشتہ ہی حدیث (فرمل ثلا ثا ومشی اربعا) ہے۔اگر کوئی شخص طواف کرے پھر طواف کے شوطوں کی تعداد میں شک ہوجائے تو کم تعداد پر بنا کرے گا یعنی کم عدد کا اعتبار کرتے ہوئے بقیہ شوطوں کو پورا کرے گا۔لہٰذا اگر وہ شخص اس پس وپیش میں پڑ جائے کہ آیا اس نے پانچ شوط کیا ہے یا چھ شوط،تو اقل پر بنا کرے گا اور (پانچ شوط کا اعتبار کرتے ہوئے) دوشوط مزید کرے گا اس لیے کہ یہ عدد یقینی ہے۔

پانچواں مقصد:طواف کے مستحبات

طواف کے چند مستحبات ہیں جن کے چھوڑ دینے سے طواف باطل نہیں ہوتا؛البتہ اس کو انجام دینے سے ثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

جن میں چند اہم درج ذیل ہیں:

(۱) طواف کا حجر اسود کے استلام سے شروع کرنا۔اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ابن ماجہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے **”عن ابن عمر رضی الله عنهما قال استقبل رسول الله ﷺ الحجر فا ستلمه ثم وضع شفتيه عليه طويلا يبكي ثم التفت فاذا هو عمر يبكی فقا ل عمر هٰهنا تسكب العبرات “** (مسند ابن ماجہ ص:۲۹۴۵،وقد صححہ الحاکم فی المستدرک ۱/۴۵۴۰)۔

یعنی عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کے سامنے آئے اور اس کا استلام کیا پھر اپنے دونوں ہونٹوں کو اس پر دیر تک رکھ کر روتے رہے، پھر جب آپ وہاں سے ہٹے تو دیکھا کہ حضرت عمر بھی رورہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے عمر یہ وہ مقام ہے جہاں آنسو بہہ ہی جاتے ہیں؛لیکن جب بھیڑ زیادہ ہو تو بہتر ہے کہ حجر اسود کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتے

ہوئے تکبیر پر اکتفا کرے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی تاکید کی تھی، آپ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم ایک طاقتور آدمی ہو، کمزوروں کو تم سے تکلیف پہونچ سکتی ہے، چنانچہ جب تم طواف کرو اور حجر اسود کو خالی دیکھو تو اس کے قریب ہو جاؤ؛ ورنہ پھر تکبیر کہہ کر گذر جاؤ۔

(۲) طواف کے مستحبات میں سے دوسرا، اضطباع ورمل کرنا ہے، اضطباع، تو بائیں مونڈھے پر چادر ڈال لینا اور دائیں مونڈھے کو کھلا ہوا چھوڑ دینا ہے، شرح النیل جلد ایک ص: ۱۴۵ پر مذکور ہے کہ اضطباع جمہور کے نزدیک مستحب ہے، اور رمل پہلے تین شوطوں میں:

(دونوں شانے کو ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھتے ہوئے تیز چلنا ہے)

اس کی مشروعیت، مشرکوں کے سامنے مسلمانوں کی طاقت وقوت کے اظہار کے لیے ہوئی تھی جو آج بھی سنت ہے۔

دلیل کے لیے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اضطباع کیا اور رمل کیا، تو ان سے دریافت کیا گیا کہ ہم کیوں رمل کریں اور اپنے شانے کو کھلا رکھیں، جبکہ اللہ تعالی نے مشرکوں کو ختم کر دیا ہے؟ تو حضرت عمر نے فرمایا کیوں نہیں، جس چیز کو ہم رسول اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کیا کرتے تھے اسے کیسے چھوڑ دیں (سنن ابی داؤد ۱/۴۳۶)۔

اور جب ہم اس وقت ان مصنوعی سیاروں (سیٹلائٹ) کے زمانے میں ہیں جو ہر چیز کو پوری دنیا میں منتقل کر دیتے ہین تو بہت ممکن ہے کہ قوت کا اظہار آج بھی ضروری ہو۔

(۳) طواف کے مستحبات میں سے تیسرا رکن یمانی کا استلام کرنا ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے نبی کریم علیہ وسلم کو ان دونوں رکنوں کا استلام کرتے ہوئے دیکھا

میں نے ان دونوں کا استلام دشواری وسہولت میں کبھی نہیں چھوڑا (اللولوءوالمرجان ص:۷۹۷)۔

لیکن رکن یمانی کا بوسہ لینا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے حجر اسود کے بوسہ کے سوا کسی دوسرے رکن کا بوسہ لینا منقول نہیں ہے؛ البتہ طواف کرنے والا رکن یمانی کا اپنے ہاتھ کو اس پر پھیرتے ہوئے استلام کرے گا، یا بھیڑ کے وقت اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گذر جائے گا دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے:

"عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه انه جاء الی الحجر الأسود فقبّله ، فقال انی اعلم انک حجر لاتضر ولاتنفع ولو لا انی رأيت النبی يقبلک ما قبلتک " (اللولوءوالمرجان ص: ۷۹۹وسنن دارمی ص: ۱۸۶۴)۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے پاس آ کر اس کا بوسہ لیا پھر فرمایا کہ میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ تو کسی کو نقصان پہونچا سکتا ہے نہ کوئی فائدہ، اگر میں رسول اللہ ﷺ کو تمہیں چومتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے نہیں چومتا''۔

(۴) مستحبات طواف میں سے چوتھا مستحب طواف کے دوران اللہ کے سامنے گریۂ وزاری، اور دعاء وذکر کرنا ہے؛ کیونکہ یہی ذکر ودعاء تو وہ اصل مقصود ہے جس کی وجہ سے یہ سارے افعال حج مشروع ہوئے۔ اور بہتر یہ ہے کہ طواف کرنیوالا جو کچھ بھی اللہ تعالی اس کے دل میں ڈالے اس کی پست آواز سے دعا کرے، اور دوسرے کو تشویش میں نہ ڈالے۔ غیر صحیح اورادو وظائف پڑھنے کی بے فائدہ زحمت نہ اٹھائے۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے ارکان کعبہ، (کعبہ کے کونوں اور ستونوں) یا اس کے دروازہ یا پرنالہ کے پاس کوئی معین دعا ثابت نہیں، سوائے اس حصہ کے جو دونوں رکنوں کے درمیان ہے، اور اس موقع پر آپ ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے: **"ربنا آتنا فی الدنيا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار "**(البقرہ: ۲۰۱) اے ہمارے پر

ور دگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجیے اور آخرت میں بھی بہتری دیجیے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے''۔

زادالمعاد لابن قیم ۱/۴۵۵، اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضورﷺ سے مرفوعا اس دعا کو نقل کیا ہے (مسند احمد ۳/۴۱۱)۔ابوداؤد نے اپنی سنن میں ۱۸۹۲ اور امام شافعی نے اپنی مسند ۲/۴۴ میں بھی نقل کیا ہے۔

(۵) طواف کا پانچواں مستحب یہ ہے کہ طواف کے بعد والی دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے پاس پڑھے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

''**واتخذ و امن مقام: إبراهيم مصلى**'' (البقرہ ۱۲۵) یعنی مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ''۔ نیز سنت یہ ہے کہ اس نماز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون، اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے (صحیح مسلم باب حجۃ النبیﷺ:۱۲۱۸)۔

نماز پڑھتے وقت مقام ابراہیم کو اپنے اور کعبہ کے درمیان کرے، امام بخاری نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:''**عن عبد الله بن أبى أوفىٰ رضى الله عنه قا ل اعتمر الرسول ﷺ فطاف با لبيت و صلى خلف المقام ر كعتين**'' (صحیح البخاری ص:۱۶۰۰) یعنی حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ رسول نے بیت اللہ کا طواف کیا پھر مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھی۔

(۶) چھٹا مستحب یہ ہے کہ طواف کے بعد آب زمزم پیے ۔آپﷺ نے بھی نوش فرمایا ہے (صحیح بخاری ص: ۱۶۳۷)۔

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولﷺ نے فرمایا:''**ماء زمزم لما شرب له**'' آب زمزم اس مقصد میں مفید ہے جس کے لیے اسے پیا جائے ۔ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ حاکم نے اس حدیث کو نقل کیا ہے (دیکھئے: فتح الباری ۳/۴۹۳)۔

جو شخص زمزم کا پانی اس نیت سے پیے کہ اللہ تعالی اس کو مرض سے شفایاب کر دے گا تو اللہ اسے شفایاب کر دے گا۔ اور جو شخص بھوکا ہونے کی حالت میں پیے تو اللہ تعالی اسے آسودہ کر دیگا۔ اور جو شخص اللہ سے کوئی دعاء خیر کرے گا تو اللہ کے فضل سے وہ دعا بارگاہ ایزدی میں مقبول و مستجاب ہوگی۔

چھٹا مقصد: طواف کی غلطیاں

ہر عبادت میں اصل اتباع ہے نہ کہ ابتداع یعنی خلاف سنت کرنا۔ اسی وجہ سے ان بعض بدعات کی شناخت کرنا ضروری ہے جسے بعض لوگ طواف کے دوران ایجاد کرتے رہتے ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) جس شخص کو احرام باندھے ہوئے لمبا عرصہ ہو گیا ہو اس کا طواف سے قبل غسل نہ کرنا بھی ایک بدعت ہے جب کہ اس کے بدن سے ایسی بدبو نکلتی ہو جس سے دوسرے طواف کرنیوالوں کو اذیت ہوتی ہو، ان کے خشوع و خضوع میں خلل ہوتا ہو، نیز فرشتوں کو بھی اس سے تکلیف پہونچتی ہے

(۲) حجر اسود سے پہلے ہی طواف کا شروع کر دینا بھی خلاف سنت ہے؛ کیونکہ طواف کا آغاز حجر اسود سے ہونا ضروری ہے

(۳) اسی طرح اتنی بلند آواز سے دعا کرنا جس سے دوسرے پریشان ہوں یا مخصوص طواف کے ہر شوط میں ایسی دعائیں پڑھنا جو حدیث سے ثابت نہ ہو یہ بھی ایک ابتداع اور خلاف سنت ہے۔

(۴) ساتوں شوط میں رمل کرنا یعنی اکڑ کر چلنا بھی خلاف سنت ہے؛ کیونکہ رمل صرف

تین ہی شوطوں میں مسنون ہے۔

(۵) حجر اسود کے استلام و بوسہ میں زیادہ مزاحمت کرنا جس سے کمزوروں کو تکلیف نیز مرد وعورت کا اختلاط بھی ہو جائے ایک غلط حرکت ہے۔

(۶) حجر اسود میں چہرے کا رگڑنا بھی فعل عبث ہے۔

(۷) کعبہ کے تمام کونوں یا اس کی دیواروں کا استلام کرنا بھی غلط بات ہے۔

(۸) حجر اسمٰعیل (حطیم) کے اندرونی حصہ سے طواف کرنا، جبکہ یہ شوط باطل ہو جائے گا اس لئے کہ حطیم بیت اللہ کے اندر داخل ہے تو گویا اس نے اندرون کعبہ کا طواف کیا نہ کہ گرد کعبہ کا، یہ بھی ایک غلطی ہے

(۹) ہر شوط طواف میں اضطباع کرنا (غرض مندرجہ بالا نمبرات کے افعال کرنا طواف کی غلطیوں میں سے ہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے)۔

چوتھی بحث

توابع ارکان حج

حج کا رکن ثالث صفا مروہ کی سعی ہے۔

مقصداول: سعی کی مشروعیت

مقصدثانی: صفا مروہ کے درمیان سعی کے شرائط

مقصدثالث: سعی کے مستحبات

مقصدرابع: وہ غلطیاں جوبعضوں سے دوران سعی صادر ہوجایا کرتی ہیں

حج کے تیسرے رکن صفا مروہ کے درمیان سعی کی تعریف:

سعی کے لغوی معنی گزرنا، چلنا اور جانا ہے، اورنفس کام کرنا (کوشش کرنا) ہے(لسان العرب باب السین والعین)۔

شریعت میں سعی سے مراد، عبادت کی نیت سے صفا مروہ کے درمیان سات مرتبہ آنا جانا ہے۔

مقصداول: سعی کی مشروعیت

اللہ تعالی کے فرمان" **ان الصفا ء والمر وة من شعائر الله فمن حج البيت**

اواعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما ومن تطوع خير ا فان الله شا كر عليم" (البقرہ:۱۵۸) یعنی بلا شبہ صفا ومروہ من جملہ یادگار خداوندی ہے سو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے تو اسپر ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمدرفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی عمل کرے تو حق تعالی قدردانی کرتا ہے خوب جانتا ہے۔

بعض صحابہ کرام نے آیت کریمہ کے لفظ (**فلا جناح عليه ان يطوف بهما**) سے یہ سمجھا کہ طواف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے اس فہم کی تصحیح کردی کہ اگر یہ حکم ایسا ہی ہوتا تو پھر اللہ تعالی یوں فرماں " **فلا جناح عليه ان لا يطوف بهما** "، یعنی ان دونوں کے طواف نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

یہ حکم تو ان مسلمانوں سے تنگی دور کرنے کے لیے آیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں سعی کا آغاز صفاومروہ پر اپنے رکھے ہوئے بتوں سے کیا کرتے تھے تو اللہ تعالی نے صفاومروہ کے درمیان سعی کو زمانہ جاہلیت کے بتوں سے خالی کر کے مشروع قرار دیا ہے۔ لہذا صفاومروہ کی سعی کو چھوڑنا کسی کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے (اللولوء والمرجان ۸۰۳) صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اس امر پر حضرت عائشہ نے قسم کھا کر فرمایا" **فلعمری مااتم الله حج من لم يطف بين الصفا والمر وة** "۔ یعنی مری زندگی کی قسم اللہ تعالی اس شخص کے حج کو مکمل ہی نہیں کرتا ہے جس نے صفامروہ کی سعی نہیں کی ہو۔

اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے "**ان النبی ﷺ قا ل اسعوا فان الله كتب عليكم السعى**"، یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ سعی کرو؛ کیونکہ اللہ نے تم پر سعی فرض کی ہے (المسند ۶/۴۲۱، ومسند الشافعی ۲/۴۹) اسی بنیاد پر سعی ایک رکن ہے جس کے چھوڑ دینے سے حج باطل ہو جاتا ہے اور اس کی تلافی دم کے ذریعہ بھی نہیں کی جاسکتی ہے۔

مقصد ثانی: صفا ومروہ کے درمیان سعی کے شرائط

سعی کے صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

(۱) صحت سعی کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ طواف بیت اللہ کے بعد ہو۔ اگر طواف سے پہلے کسی نے سعی کر لی تو اس کی سعی باطل ہو جائے گی، اور طواف کے بعد سعی کو لوٹانا اس کے ذمہ واجب ہوگا۔

علامہ جیطانی فرماتے ہیں کہ میرے علم کی حد تک اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ طواف کے بعد ہی سعی درست ہے اور سعی طواف ہی پر مرتب ہوتی ہے اور جس نے طواف سے قبل سعی کر لی تو وہ واپس آ کر پھر طواف کرے گا، اور اس ے بعد سعی کرے گا۔

اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا مواظبت کے ساتھ اس پر عمل ہے۔

(۲) صحت سعی کی دوسری شرط یہ ہے کہ صفا سے شروع کرے اس سے اتر کر مروہ پر آئے اگر اس کے برعکس کیا تو صفا سے شروع کر کے دوبارہ سعی کرے گا۔

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم و امام مالک نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے: "**عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه انه قا ل وسمعت رسول الله ﷺ يقول حين خرج من المسجد و هو يريد الصفا وهو يقول نبدأ بما بدأ به الله**".

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت فرماتے ہوئے سنا جس وقت آپ مسجد سے نکل کر صفاء کی طرف جا رہے تھے کہ ہم سعی صفاء سے شروع کریں گے جس سے اللہ شروع کیا ہے۔ (الموطاء ۳۷۶ باب البدء بالصفا ومسلم ۱۲۱۸ باب حجۃ النبی ﷺ وبوداؤد ۱۹۰۵ وابن ماجہ ۳۰۷۴ واحمد ۳۲۰/۳)۔

(ا) صحت سعی کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ سات شوط ہو، صفا سے مروہ تک ایک شوط، اسی طرح مروہ سے صفا تک دوسرا شوط شمار ہوگا؛ یہاں تک کہ مروہ کے پاس سات شوط مکمل ہوگا، اگر سات شوط سے کم سعی کی تو بعض کی رائے ہے کہ سعی باطل ہوجائے گی اور بعض کی رائے یہ ہے کہ اس کی تلافی دم سے کی جائے گی۔

(۳) تیسرا مقصد: سعی کے مستحبات میں سے ہے کہ جب سعی شروع کرے تو پہلے صفا پر چڑھ جائے اس طرح کہ کعبہ اس کے سامنے اس کو نظر آنے لگے، اور ان الفاظ سے دعا کرے جن کو اصحاب سنن نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ صفاء پر چڑھے تو آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: " **ان الصفا و المروة من شعائر الله** " اس کے بعد آپ نے فرمایا: ہم اسی سے سعی شروع کرتے ہیں جس سے اللہ نے شروع کیا، اور آپ صفا کی اس بلندی تک چڑھے کہ بیت اللہ آپ کی نظروں کے سامنے آگیا، پھر آپ اللہ کی توحید وتکبیر اور تمجید میں مصروف ہوگئے اور فرمایا: "**لا إله إلا الله وحده لا شريک له له الملک وله الحمد وهو على کل شئی قدير** " یعنی اللہ کے سوا کوئی عبادت و پرستش کے لائق نہیں وہی اکیلا معبود و مالک ہے، کوئی اس کا شریک وساجھی نہیں، ساری کائنات پر اسی کی فرمانروائی ہے، حمد وستائش اسی کا حق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر آپ چلے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک وادی کے نشیب میں پہونچے تو آپ کچھ تیز چلے یہاں تک کہ نشیب سے اوپر آگئے تو عام رفتار کے مطابق چلے یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر آگئے اور یہاں بھی آپ نے بالکل وہی کیا جو صفا پر کیا تھا اس طرح آپ نے سعی مکمل کی۔

(۲) سعی کے دوران مستحب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا ذکر بکثرت کرتا رہے، جو باتیں اس

کے دل میں اللہ کی جانب سے آئیں ان کے لیے بکثرت دعا کرے۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے دارمی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالی نے بیت اللہ کا طواف، صفاومروہ کی سعی، جمرات کی رمی، اپنے ذکر ہی کے لیے مشروع فرمایا ہے۔ (رواہ الدارمی کتاب الصیام ۱۸۵۳)۔

(۳) سعی کرتے ہوئے مستحب یہ ہے کہ میلین اخضرین کے درمیان اکڑ کر تیز چلے چنانچہ مرد تو دوڑ کر چلیں؛ لیکن عورتیں دوڑیں گی نہیں؛ بلکہ وہ اپنی عام رفتار کے مطابق ہی چلیں گی۔

دلیل اس کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ "**ان رسول الله ﷺ كا ن اذا نزل من الصفا ء والمر وة مشٰى، حتى إذا انصبت قد ماه في بطن الوادي سعى حتى يخرج منها** " (الموطاء ۱/۴/۳۷باب جامع السعی ومسلم باب حجۃ النبی ﷺ)۔

"یعنی رسول اللہ ﷺ صفا اور مروہ سے اترتے تو عام رفتار سے چلتے؛ یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک جب وادی کے نشیب میں پہونچتے تو آپ کچھ تیز دوڑتے؛ یہاں تک کہ اس سے آگے نکل جاتے"۔

(۴) سعی کو بحالت طہارت کرنا بھی مستحب ہے؛ کیونکہ یہ ایک عبادت ہے؛ لیکن فقہاء کرام کا اسپر اتفاق ہے کہ سعی کے لیے طہارت واجب نہیں ہے، بلکہ اکثر فقہاء سعی میں طہارت کے مستحب ہونے ہی کے قائل ہیں، شماخی نے کہا ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہی ہے کہ بغیر طہارت کے سعی نہ کرے یہ اس پر واجب نہیں ہے اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورت کو حکم دیا کہ وہ حج کے سارے افعال انجام دیتی رہے صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرے (الایضاح ۳/۴/۳۰)۔

مرد وعورت اگر تھک جائیں تو آرام حاصل کرنیکی غرض سے سعی منقطع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح فرض یا نفل نماز، کھانے، یا افطار کا وقت ہو گیا ہو تو بھی سعی منقطع

کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز مریض یا سن رسیدہ شخص کے لیے اگر سعی میں اس کو مشقت ہوتی ہوتو سوار ہوکر سعی کرنا بغیر کسی حرج کے جائز ہے اللہ تعالی فرماتا ہے:"**وما جعل عليكم في الدين من حرج**" (الحج ۷۸)

یعنی اللہ نے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ہے۔

چوتھا مقصد: وہ غلطیاں جنکا صدور سعی کے دوران بعض لوگوں سے ہوتا رہتا ہے

(۱) ایک غلطی تو یہ ہے کہ ان غیر منقول دعاؤں کو بلند آواز سے بار بار پڑھا جائے جن کو مبتدعین نے ایجاد کیا ہے۔ مثلا پہلی دوسری حتی کہ سعی کی ساری شوطوں کی دعائیں، یہ دعائیں ان چیزوں میں سے ہیں جو صحیح حدیث سے ثابت نہین اور نہ یہ دعائیں ہر ہر شوط میں حضرات صحابہ کرام ہی نے کی ہیں۔

(۲) میلین اخضرین کے درمیان عورتوں کا بھی دوڑ کر چلنا، جب کہ صرف مردوں کے لیے سنت ہے، عورتوں کے لیے مکروہ ہے، اوراس جگہ کے علاوہ مردوں کے لیے بھی دوڑ کر چلنا مکروہ ہے؛ کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے عمل کے خلاف ہے۔

(۳) مرد کا سات کے بجائے چودہ شوط کرنا اس طرح کہ صفاء سے مروہ، پھر مروہ سے صفا تک چلنے کو ایک شوط شمار کرنا؛ کیونکہ اس میں دقت و پریشانی بڑھتی ہے، بدن کمزور پڑ جاتا ہے۔ نیز اس میں نفس پر مشقت بھی ہے بالخصوص اس زمانے میں، جبکہ بھیڑ اور ازدحام ہو؛ اور اس میں نفس کو ایسی شئے کا مکلّف بنانا ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے نہیں دی ہے، اور نہ اس کو رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے نہ آپ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے کیا ہے۔

پانچویں بحث:
رکن رابع وقوف عرفہ کے متعلق

مقصد اول اس کی مشروعیت، مقصد ثانی اس کی فضیلت، مقصد ثالث وقوف عرفہ کے شرائط، مقصد رابع اس کے مستحبات، مقصد خامس وقوف عرفہ میں صادر ہونے والی غلطیاں۔

پانچویں بحث حج کے چوتھے رکن وقوف عرفہ سے متعلق:

وقوف عرفہ کی تعریف:

عرفہ لغت میں عرفات ہی ہے۔ یہ مکہ سے بارہ میل کی دوری پر مکہ کے قریب ایک پہاڑی پر ایک علم ونشان ہے (المعجم الوسیط مجمع اللغۃ العربیہ)۔

وقوف کی شرعی تعریف:

عبادت کی نیت سے ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو میدان عرفات کے کسی بھی حصہ میں حاضر ہوجانا ہے۔اس میں کھڑا ہونا ٹھہرنا، شرط نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر لفظ وقوف عرفہ '' مشہور ہوگیا ہے، چنانچہ اگر اپنے جانور پر سوار رہا یا اپنی گاڑی میں رہا یا میدان عرفات میں بیٹھا رہا، سو یا لیٹا ہوا پورے وقت میں چلتا رہا تو بھی وقوف عرفہ صحیح ہوجائے گا یہ تمام حالتیں برابر ہیں۔

مقصد اول: وقوف عرفہ کی مشروعیت

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''ثم أفيضو امن حيث أفاض الناس'' (البقرہ: ۱۱۹) یعنی

کوچ کرو جہاں سے سارے لوگ کوچ کریں یعنی عرفات سے؛ کیونکہ قریش جاہلیت میں حج کرتے تھے تو مزدلفہ سے محض اس دعوی کی بنیاد پرنہیں نکلتے تھے کہ وہ حرم سے نہیں نکلیں گے، جبکہ دوسرے لوگ عرفات میں وقوف کرتے تھے تو اللہ تعالی نے قریش کی اس بدعت کو چھوڑنے کا حکم دیا جس میں وہ دوسرے لوگوں کی عبادت یعنی وقوف عرفات میں امتیاز برتتے تھے؛ اور اس کا واجبات حج، بلکہ ارکان حج میں سے ایک رکن ہونا اس روایت سے مزید مستحکم ہوجاتا ہے جسے اصحاب سنن نے روایت کیا ہے:"**عن عبدالرحمٰن بن يعمر رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ امر مناديا ينادى الحج عرفة، من جاء ليلة جمع قبل طلوع الفجر فقد أدرك**" (سنن ابی داوٗد :۱۹۴۹باب من لم یدرک عرفۃ من کتاب المناسک والترمذی:۸۸۹وابن ماجہ۳۰۱۵)۔

یعنی عبدالرحمٰن بن یعمر رضی اللہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعلان کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردیں کہ ''الحج عرفہ''یعنی حج تو وقوف عرفہ ہی کا نام ہے جو مزدلفہ والی رات صبح صادق سے پہلے عرفات میں آگیا تو اس نے وقوف عرفہ کو پالیا۔

اسی بنیاد پر علماء امت کا اجماع ہے کہ وقوف ایک ایسا رکن ہے جس کو چھوڑ دینے سے حج پورے طور پر باطل ہی ہوجاتا ہے اس کی تلافی نہ دم سے ہوسکتی ہے اور نہ کسی دوسرے کفارہ کے ذریعہ ہی''۔

دوسرا مقصد: وقوف عرفہ کی فضیلت

یوم عرفہ اور وقوف عرفات کی فضیلت میں بہت سی احادیث آئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں

(۱) امام نسائی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:"**عن عائشة رضى الله عنها ان رسول الله ﷺ قا ل مامن يوم أكثر من ان يعتق الله فيه عبدا من النار من يوم**

عرفة و انه ليد نو ثم يبا هى بهم الملئكة فيقول ما ذا أراد هؤلا ء" (سنن النسائی باب ماذکر من یوم عرفۃ من کتاب المناسک ۳۰۰۳ والدارمی ۱۸۸۸)۔

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالی عرفہ کے دن سے زیادہ اپنے بندوں کے لیے جہنم سے آزادی کا فیصلہ کرتا ہو،اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بہت قریب ہو جاتا ہے اوران پر فخر کرتے ہوئے فرشتون سے کہتا ہے:"**ماذا أراد هؤلا ء**" میرے یہ بندے کس مقصد سے یہاں آئے ہیں''۔

(۲) دوسری حدیث وہ ہے جسے امام مالک نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:"**عن طلحة عبيد الله بن كُريز رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قا ل ما رؤي الشيطان يوماً فيه اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغيظ منه فى يوم عرفه وما ذاک إلا لما رأى من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام**" (الموطاء ۱ / ۴۲۲ والمصنف عبدالرزاق:۸۸۳۲)۔

یعنی حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان کسی بھی دن اتنا ذلیل وخوار،اتنا دھتکارا پھٹکارااوراتنا جلا بھنا ہوانہیں دیکھا گیا جتنا وہ عرفہ کے دن ہوتا ہے،اور یہ صرف اس لیے ہے کہ وہ اس دن اللہ تعالی کی رحمت کو برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کومعاف ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

(۳) فضیلت یوم عرفہ سے متعلق تیسری حدیث امام مالک نے اپنی سند سے روایت کیا ہے:"**عن طلحة بن عبيد الله بن كر يز رضي الله عنه ان رسول الله ﷺ قا ل أفضل الدعاء دعا ء يوم عر فة ، وأفضل ما قلت أنا و النبيون من قبلي "لا اله الاالله وحده لا شريک له**" (الموطا ۱/ ۴۲۲)۔

یعنی حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن کریز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ سب سے افضل دعا یوم عرفہ کی دعا ہے اور سب سے افضل بات جسے میں نے اور ہم سے پہلے تمام نبیوں نے کہی ہے وہ" **لا إله إلا الله وحده لا شريك له**" ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی اکیلا معبود ہے، اس کا کوئی شریک نہیں"۔

اور اگر کسی نے حج کیا تو اللہ تعالی اس کو بھی اس دن کی فضیلت سے محروم نہیں رکھا؛ کیونکہ اگر وہ اس دن روزہ رکھ لے تو اللہ اس کے دو سال کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے:" **عن ابی قتادة الأنصاري رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال صيام يوم عرفة إنی احتسب على اللهان يكفر السنة التي قبله والتي بعده** "(صحیح مسلم کتاب الصوم باب استحباب صوم ثلاثة أيام من كل شهر، وصوم يوم عرفة وعاشوراء ۱/۴۶۲ وسنن ابن ماجہ ۱/۳۷۳)۔

یعنی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے توقع وامید ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

تیسرا مقصد: وقوف عرفہ کے شرائط

(۱) وقوف عرفہ کی صحت کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ بطن عُرنہ کے سوا میدان عرفات کے کسی بھی حصہ میں حاجی خود حاضر ہو۔ بطن عرنہ ایک وادی ہے جو عرفہ کی جانب مغرب میں واقع ہے۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**تعلمن أن عرفة كلها موقف إلا بطن عرنة وأن المزدلفة كلها موقف إلا بطن محسر** "(المسند ۴/۸۲) ومعناه فی المستدرک للحاکم ۱/۴۶۲)۔

یعنی تم لوگ جان لو کہ پورا عرفہ وقوف کی جگہ ہے سوائے بطن عرنہ کے اور پورا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے سوائے بطن محسر کے‘‘۔

بہر حال عرفہ تو اس کا کل بطن عرنہ کے بعد وقوف کی جگہ ہے، اس روایت کی بنا پر جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’**وقفت ھٰھنا و عرفة كلها موقف**‘‘ کہ میں تو یہاں ٹھہرا ہوا ہوں حالانکہ عرفہ پورا کا پورا جائے وقوف ہے۔(صحیح مسلم :۱۲۱۸باب ماجاء ان عرفۃ کلھا موقف)۔

(۲) وقوف عرفہ کی صحت کے لیے دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کی نویں تاریخ میں ہو۔ جو شخص اس سے قبل یا اس کے بعد وقوف کرے گا تو اس کا حج باطل ہو جائے گا، اور اس پر حج کا لوٹانا واجب ہوگا۔

علامہ بغوی نے کہا ہے کہ وقوف کا وقت یوم عرفہ نویں تاریخ کے زوال سے لے کر دسویں تاریخ یوم نحر کے طلوع فجر تک ہے، تو جو شخص ان اوقات میں سے کسی بھی وقت؛ گرچہ تھوڑی ہی دیر سہی عرفہ میں ٹھہر گیا تو اس نے حج کو پالیا، اور افضل یہ ہے کہ چاشت یا زوال کے وقت عرفات پہونچے اور نویں ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے تک وہاں ٹھہرے۔

چوتھا مقصد: عرفہ کے مستحبات

(۱) وقوف کے مستحبات میں سے پہلا امر مستحب، عرفات جانے سے پہلے یوم عرفہ کی صبح کو غسل کرنا ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مالک نے حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما احرام باندھنے سے قبل احرام کے لیے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے، داخل ہونے کے لیے، اور عرفہ کی شام کو اپنے وقوف کے لیے غسل کیا کرتے تھے‘‘(الموطا ۱/۳۲۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمر تمام صحابہ میں سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کو اپنے عمل کی بنیاد بنایا کرتے تھے۔

(۲) وقوف عرفہ کا دوسرا مستحب، تلبیہ کا بکثرت پڑھنا اور تکبیر کہنا، ہے بالخصوص منی سے عرفات جانے اور لوٹتے وقت''۔

دلیل وہی حدیث ہے جسے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی سندوں سے محمد بن ابی بکر الثقفی سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ " **سأ لت انساو نحن غا دیا ن من منی الی عرفات عن التلبیه کیف کنتم تصدرون مع النبی ﷺ قا ل کا ن یلبي الملبي، لاینکر علیه و یکبر المکبر فلا ینکر علیه** "(اللولو والمرجا ۸۰۶ والموطا ۱/ ۳۳۷)۔

یعنی محمد بن ابی بکر ثقفی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا جبکہ ہم دونوں منی سے عرفات جارہے تھے کہ آپ لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کیسے جایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تلبیہ پڑھنے والے تلبیہ پڑھتے اور ان پر کوئی نکیر نہیں کرتا تھا اور تکبیر کہنے والے تکبیر کہتے اور ان پر بھی کوئی نکیر نہیں کرتا تھا۔

(۳) وقوف عرفہ کا تیسرا مستحب، اللہ تعالی سے دعا کرنا، اس کے حضور میں خوب گریہ وزاری کرنا ہے؛ اس لیے کہ یہ ایک ایسا دن ہے جس میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ صرف اپنے لیے دعا نہ کرے بلکہ اپنے لیے، اپنے والدین، اپنے بھائیوں، بہنوں اور رشتہ داروں کے لیے، پھر اپنے محسنوں اور تمام مسلمان مرد وعورت کے لیے خوب خوب دعائیں کرے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:" **فاعلم أنه لا إله إلا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات**"(محمد:۱۹) یعنی تو جان لے کہ بجز اللہ کے کوئی قابل عبادت نہیں، اپنے گناہوں کی مغفرت چاہو اور تمام مومن مرد وعورت کے لیے بھی مغفرت طلب کرو'۔

مستحب یہ ہے کہ دعا پورے حضور قلب اور انتہائی عاجزی کے ساتھ کرے، اور اللہ سے مانگنے میں خوب اصرار کرے، دونوں ہاتھ اٹھائے، خوب روئے اور قبولیت دعا کی پوری امید رکھے، دعا کے بیچ بیچ اللہ کی حمد وثنا کرے اور رسول اللہ ﷺ پر درود کے ساتھ دعا ختم کرے۔

(۴) عرفات میں ظہر وعصر دونوں نمازیں امام کے ساتھ جمع کر کے پڑھے؛ کیونکہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے:

"فراح النبي ﷺ إلى المو قف بعرفة فخطب الناس الخطبة الأولى ثم أذن بلال ثم أخذ النبى فى الخطبة الثا نيه ففرغ من الخطبة وبلا ل من الأذان ثم أقام بلال فصلى الظهر ثم أقام فصلى العصر "(صحیح مسلم: ۱۲۱۸ باب حجۃ النبی ﷺ ومسند الشافعی ۵۴۲/۲)۔

یعنی نبی کریم ﷺ میدان عرفات میں اپنی جائے قیام پر تشریف لائے، اور لوگوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا پھر بلال نے اذان کہی، اس کے بعد رسول اللہ نے دوسرا خطبہ دیا پھر جب آپ خطبہ سے اور حضرت بلال اذان سے فارغ ہوگئے تو حضرت بلال نے اقامت کہی اور آپ نے نماز ظہر پڑھی، اس کے بعد پھر بلال نے اقامت کہی اور آپ نے عصر کی نماز ادا کی۔

(۵) وقوف عرفہ کا پانچواں مستحب امر، عرفات کے میدان میں سورج کے غروب ہونے تک ٹھہرنا ہے، اور مغرب وعشا دونوں نمازوں کو موخر کرنا ہے حتی کہ وہ مزدلفہ پہونچ کر دونوں کو جمع کر کے ادا کرے؛ اس لیے کہ بخاری ومسلم اور دیگر اصحاب سنن نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث روایت کی ہے: **" قال إن رسول الله ﷺ رفع من عر فة حتى إذا كان با الشعب نزل فبال ثم تو ضأ ولم يسبغ الوضوء، فقلت الصلوة يارسول الله فقا ل الصلوة اما مک فر کب فلما جاء المز دلفة نزل فتوضا فا سبغ الوضوء ثم أقيمت الصلوة فصلى المغرب ثم اناخ كل انسان بعيره فى منزله ثم أقيمت العشا ء فصلى ولم يصلى بينهما"** (اللؤلؤ والمرجان: ۷۰۸ والجامع الصحیح: ۴۳۱)۔

یعنی حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عرفہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ شعب (گھاٹی) میں پہونچے تو اونٹنی سے اترے اور پیشاب کیا پھر وضو کیا؛ لیکن مکمل وضو نہیں کیا تو اس پر میں نے کہا یا رسول اللہ نماز؟ تو آپ نے فرمایا کہ نماز تمہارے آگے ہے، پھر آپ سوار ہو گئے اور جب مزدلفہ پہونچ گئے تو آپ اترے پھر وضو فرمایا اور مکمل وضو کیا پھر نماز کے لیے اقامت کہی گئی اور آپ نے نماز مغرب ادا کی، پھر ہر شخص نے اپنی اپنی اونٹنیوں کو اس کی جگہ میں بٹھایا اس کے بعد نماز عشاء کی اقامت کہی گئی اور آپ نے نماز ادا کی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

پانچواں مقصد: وقوف عرفات کے درمیان کی غلطیاں

(۱) ذوالحجہ کی نویں شب ہی عرفات میں گزارنا خلاف سنت ہے؛ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ منیٰ میں ذوالحجہ کے نویں تاریخ کو چاشت کی نماز ادا کرنے کے بعد عرفات کے لیے روانہ ہوئے۔

(۲) پیادہ پا ہی چل کر افعال حج کی ادائیگی پر اصرار کرنا جبکہ سوار ہونے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ جب پیادہ پا چلنا حاجی کے لیے تکان کا باعث ہو جس کی وجہ سے وہ اس دن میں دیگر عبادات نہ کر سکے تو افضل سوار ہو کر ہی افعال ادا کرنا ہے؛ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے حاجی کو عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا؛ تاکہ وہ دعا اور ذکر کے لیے پورے طور پر فارغ رہے، اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: " **ما يفعل الله بعذا بكم** " (النساء:۱۴۷)۔

(۳) جبل رحمت ہی کے پاس ٹھہرنے اور اس پر چڑھنے کا حرص کرنا بھی ایک غلطی ہے ،حالاں کہ یہ اس وقت مستحب ہے جبکہ ایسی مزاحمت نہ ہو جو کسی حاجی کے لیے باعث رنج وتکلیف

ہوئے، اور یہ بالکل حجر اسود پر مزاحمت کی کراہت کی طرح ہے، اور صحیح قول یہی ہے کہ جب جبل رحمت کے قریب وقوف دوسرے لوگوں کے ایذاء کا سبب بن جائے تو وہاں وقوف چھوڑ دے ؛ کیونکہ تمام کا تمام ہی عرفات موقف ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں آگاہ فرما دیا ہے۔

(۴) وقوف عرفہ کی غلطیوں میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ عرفات کے قیام کی تیاری، سواری کی سہولت اور کھانے پینے کی چیزوں کی فراہمی میں اس طرح مشغول رہنا جو دیگر عبادتوں کے ترک اور تلبیہ وتکبیر، دعا، ذکر، اور اللہ کے حضور گریہ وزاری سے غفلت کا سبب بن جائے اور حاجی اس بڑے دن کے ثواب سے محروم رہ جائے، جبکہ حج کے اندر اصل اور بنیادی بات یہ ہے کہ حج ایک جہاد یعنی مشقت اٹھانے ہی کا نام ہے، جس میں شان وشوکت کا اظہار نہیں، تو ایسی سہولت کا طالب ہونا جو دیگر عبادات سے غافل کر دے، اس اصل کے خلاف ہوگا۔

(۵) (یہ بھی غلطی ہے) یعنی بلا ضرورت عجلت پسندوں کی موافقت کرنا اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہی عرفات سے لوٹنا، جس سے عصر ومغرب کے درمیان کا وہ قیمتی وقت چھوٹ جائے جس میں دعا کی مقبولیت کی امید ہوتی ہے، حالانکہ عرفات میں اصل تو یہی دعا ہے؛ ہاں مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ ہی میں ادا کرنا ہے اس سے پہلے نہیں۔

☆☆☆

چھٹی بحث:

حج کے ترتیب وار افعال کا بیان

مقصد اول: احرام سے قبل کے افعال، مقصد ثانی: حج کے افعال، مقصد ثالث: حج کے احکام ہیں جن میں سے پہلا غیر کی طرف سے حج کرنا، دوسرا: فدیہ کے مسائل، اور تیسرا حج کے مفسدات کا بیان ہے۔

چھٹی بحث: حج کے ترتیب وار افعال

میں نے ان احکام کی تلخیص ایسے احکام سے کی ہے جن میں احکام فقہیہ کے آٹھوں مذاہب (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ، جعفریہ، زیدیہ، اباضیہ) ایک دوسرے سے قریب ہیں۔

میں نے ان کو بہت سی کتابوں سے منتخب کیا ہے جن میں سے چند اہم کتابیں درج ذیل ہیں: علامہ کاسانی کی بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابن رشد مالکی کی بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، امام النووی الشافعی کی المجموع، ابن قدامہ حنبلی کی المغنی، شوکانی زیدی کی نیل الاوطار حر عاملی جعفری کی تفصیل وسائل الشیعہ، اور شماخی اباضی کی ''الایضاح''۔

مقصد اول: احرام سے قبل کے افعال

احرام میں داخل ہونے سے قبل ایک مسلمان کے لیے درج ذیل امور کا بجا لانا

ضروری ہے۔

(۱)اولا اس سفر کے للہ ہونے کی طرف قلب کومتوجہ کرنا؛ کیونکہ لوگوں کی طرف سفر تو بس، اسٹیمر یا جہاز سے ہوتا ہے؛ لیکن اللہ تعالی کی طرف سفر کا بنیادی عنصر قلب کی یکسوئی ہے۔اللہ تعالی فرتا ہے: "**اذ جاء ربه بقلب سليم**" (الصافات:۸۴) جبکہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے"۔

قلب کواس طرح تیار کرے کہ وہ تقوی کی تمام خصلتوں کا جامع ہو جائے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:" **تزودوا فان خير الزاد التقوى**"(البقرہ:۱۲۷۵)یعنی توشہ وسامان لے لواور سب سے بہتر توشہ تقوی ہے(یعنی گداگری سے بچا رہنا ہے)۔

(۲)اپنی نیت کوریا اور شہرت ونا موری کی تمام آمیزش سے پاک صاف کرلے اور اعمال حج کو روزمرہ کے کسی حسب عادت کام کی طرح نہ انجام دے؛ بلکہ صرف تعبد وعبادت کی نیت کے ساتھ ہی سارے افعال ادا کرے؛ کیونکہ اسلام میں اعمال کا دارمدار نیتوں ہی پر ہوتا ہے۔اور بہتر ہے کہ صرف ارکان کی ادائیگی تک ہی نیت کومحدود نہ رکھے بلکہ اپنی نیت کو وسیع کرے بایں طور کہ اللہ کے حضور میں حاضر ہونے، اس کے سامنے ہر گناہ سے توبہ کرنے، اورجن مقامات واوقات میں قبولیت دعا کی امید کی جاتی ہے ان میں زیادہ سے زیادہ دعا کرنے کی بھی نیت کرے۔

اچھا یہ ہے کہ جن گناہوں کا اس نے ارتکاب کیا ہوان کی طرف میلان سے بھی اپنے قلب اور اعضا وجوارح کو پاک صاف کرے۔ساتھ ہی اللہ سبحانہ تعالی کی محبت کے اسباب ووسائل کو بھی وسیع کرلے، اور بیرون وطن اپنے مسلمان بھائیوں کے حوالے سے امت مسلمہ کے حالات سے واقفیت حاصل کرے۔محتاجوں کی مدد کرے، کمزوروں کا تعاون کرے، مال خوب خرچ کرے، نبی کریم ﷺ کی سیرت کی اچھی طرح پیروی کرے اور افعال حج کی ادائیگی میں

مسلمانوں کے طریقہ کولازم پکڑے۔

(۳) بہترین رفقاء کا انتخاب کرے اور ان اہل خیر کی معیت اختیار کرے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے: "**واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم بالغداة والعشي یریدون وجهه ولا تعد عیناک عنهم ترید زینة الحیاة الدنیا**" (سورکہف:۲۸)۔

یعنی اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھا کیجئے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاء کے لیے کرتے ہیں، اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں؛

کیونکہ اگر برے رفقائے سفر کے ساتھ نکلو گے تو بسا اوقات اپنے پورے حج کو فاسد کرلو گے؛ اس لیے کہ وہ تمھیں برانگیختہ کریں گے تجھ سے لڑائی جھگڑا کریں گے۔ پھر تم نے ان کے ساتھ جدال کیا تو اپنے پورے عمل کو فاسد کرلو گے؛ لیکن جب صالح رفیق ہوگا تو جب تم بھول جاؤ گے تو وہ ذکر میں تمہارا معاون ہوگا۔ نرم دل بلند اخلاق، اعلی درجہ کا سلیقہ شعار ہوگا تو نفع بخش چیزوں میں تجھے ترجیح دے گا، اور ضرورتاوان میں تمہارا بوجھ اٹھائے گا۔

(۴) وہ مال جس سے حج کررہا ہے حلال وپاک ہو اس میں نہ تو حرام کی آمیزش ہو نہ حرام کا شبہ ہو، اور اپنی اولاد کے لیے اتنا نفقہ چھوڑ جائے جو اس کے وطن واپس آنے تک کے لیے کافی ہو اور اپنے ساتھ اتنا توشہ لے لے جو اسے سفر حج کے دوران اللہ کی خاطر اپنے دوستوں اور بھائیوں پر خرچ کرنے کا وافر موقع فراہم کرسکے؛ ورنہ حرام ومشتبہ مال کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کسی بھی فرض ونفل عبادت کو قبول نہیں فرمائے گا۔

(۵) عادتاً سفر میں جن چیزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے اسے اپنے ساتھ لے لے؛ تاکہ وہ ضروریات، اس کو ہمیشہ دوسروں کا محتاج نہ بنادے؛ کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے (**الید العلیا خیر من السفلی**).

(٦) اپنے لیے یومیہ کچھ اوراد و وظائف متعین کرے۔ مثلا: روزانہ قرآن کریم کے دو پارے پڑھے؛ تا کہ سفر حج کے دوران ایک یا دو ختم کر لے اور ان کلمات کا ورد رکھے: ''**لا إله إلاالله محمد رسول الله ، الحمد لله ولا اله إ لا الله والله أكبر ولا حول ولاقوة إلابالله العلي العظيم، سبحان الله وبحمده إلا سبحا ن الله العظيم، لا اله عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته، سبحان الله وحده لاشريک له له الملک وله الحمد يحی ويميت وهوعلی کل شئی قدير" لا إله إلا أنت سبحانک إني كنت من الظا لمين** '' اور جناب رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھے، ان مذکورہ بالا اوراد میں سے ہر ایک کو کم از کم سو سو دفعہ پڑھے تو اس کے ذریعہ وہ بلند درجات اور بہت سی نیکیاں بھی حاصل کر لے گا، اسی طرح یہ اذکار اور ارد، انسان کو لا یعنی کلام، کھانے پینے کی حرص وہوس سے پھیرے رکھیں گے، پھر مومن ومسلم کی زندگی میں ان اوراد کی مداومت ومواظبت، اسے وساوس شیطانی اور نفس کی کھلی آزادی سے بھی محفوظ رکھتی ہے۔

(۷) وصیت نامہ لکھ کر رکھ لے، اپنے قرضوں کو ادا کر دے، اور جس قرض کی ادائیگی کا ابھی وقت نہ آیا ہو اسے وصیت نامہ میں درج کرے، اگر کسی کا قرض اپنے ذمہ ہو، یا اپنا حق دوسرے لوگوں کے اوپر ہو تو لوگوں میں سے دیانت کے قریب تر آدمی کو گواہ بنا لے؛ کیونکہ اب وہ انسان گھر سے نکل کر، خدا کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے؛ اس لیے لوگوں یا اپنے اہل وعیال کے مظالم سے مامون ہو جائے۔

(۸) اہل حق کے حقوق لوٹا دے اور اللہ کے حضور حاضر ہونے کی حقیقت کے احساس وشعور کے ساتھ، اپنی بیوی بچوں، رشتہ داروں اور ساتھیوں سے معافی مانگ لے۔

(۹) بدنی تیاری یعنی جسمانی صفائی ستھرائی سے فارغ ہو جائے۔ مثلا: زیر ناف اور بغل کا بال صاف کر لے، ناخن تراش لے غسل کر کے خوشبو لگا لے اور یہ احساس ملحوظ رہے کہ وہ

ایک بہترین عبادت کے لیے زینت اختیار کر رہا ہے اور اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے تیاری کر رہا ہے، اور یہ موقع یعنی اللہ کی حضوری، ہر مشروع زینت کے زیادہ لائق ہے؛ کیونکہ ارشاد خداوندی ہے "**يا بني آدم خذو ازينتكم عند كل مسجد**" ''اے اولاد آدم! لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت'' (الاعراف:٣١)۔

(١٠) حج کی روانگی کے وقت اہل وعیال سے رخصت ہوتے ہوئے گھبراہٹ کا اظہار نہ کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی سے اس کا لگاؤ اور اس کی عبادت واطاعت کے لیے سفر کی خوشی اس کے دل کو پرسکون ومطمئن بنائے گی۔

دوسرا مقصد: حج کے اعمال وافعال

(١) مناسب یہ ہے کہ حج یا عمرہ کرنے والا میقات ہی سے احرام باندھنے کا خواہاں ہو، نہ کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد۔ چنانچہ اگر وہ خشکی کی راہ سے سفر کرنیوالا ہو تو میقات کے پاس ہی جہاں موقع ملے غسل کر کے احرام کے کپڑے پہن لے اور دو رکعت نماز پڑھ لے پھر احرام کی نیت کرے، اور اگر ہوائی جہاز کے ذریعہ سفر کرنے والا ہو تو اپنے گھر ہی تیاری کر کے احرام کے کپڑے پہن لے اور جہازوں کی تیز رفتاری کے پیش نظر، جہاز کے ذریعہ سفر میں احتیاطا میقات سے تھوڑا پہلے ہی وہ محرم ہو جائے، اور اگر اسٹیمروں کے ذریعہ سفر ہو تو میقات پر احرام کے لیے غسل کرے؛ کیونکہ وہاں سے نیت کرنے میں کوئی دقت وپریشانی نہیں ہے۔

(٢) مناسب ہے کہ احرام کی نیت درج ذیل طریقوں پر کی جائے۔

الف- اپنی جانب سے اپنا حج کرنیوالا اگر وہ متمتع یا قارن ہو تو اس طرح کہے: "**لبيک اللهم عمرة وحجا**"، اگر مفرد ہے تو اس طرح کہے: "**لبيک اللهم حجا**" اور

یہ دعا پڑھے: "**اللهم يسره لي تقبله مني وان حبستني فمحلي حيث حبستني**" خدا وندا! اس کو میرے لیے آسان کر دے اور میری طرف سے اس کو قبول فرما، اور اگر تو مجھے روک دے تو میرے احرام کھول لینے کی جگہ وہی ہوگی جہا تو مجھے روک دے گا"۔

ب- غیر کی جانب سے حج کرنیوالا اس طرح نیت کرے: "**لبيك اللهم عمرة وحجا**" یا اس طرح کہے: "**اللهم حجا عن فلان بن فلان**" **اللهم يسره لي وتقبله مني ،وإن حبستي فمحلي حيث حبستني**" اگر اس جملہ (یعنی **وإن حبستني فمحلي حيث حبستني**) کہ اگر آپ مجھے روک دیں گے تو مرے احرام کھولنے کی جگہ وہی ہوگی جہاں آپ مجھے روک دیں گے) کی صراحت کر دے گا تو اس کے بعد اگر اس محرم کو افعال حج کی ادائیگی کے لیے مکہ مکرمہ پہونچنے میں ناگہانی مرض، طبعی حوادث، یا موت کی وجہ سے کوئی رکاوٹ پیش آجائے گی تو وہ اسی جگہ احرام کھوادے گا اور ہدی کا جانور اس کے ذمہ لازم نہیں ہوگا۔

(۳) مناسب یہ بھی ہوگا کہ احرام کی نیت ہی سے تلبیہ کا آغاز کرتے ہوئے احرام کے فوراً بعد بلند آواز سے تلبیہ پڑھے، صرف احرام کے کپڑے پہن لینے سے محرم نہیں ہوگا؛ بلکہ تلبیہ پڑھنا بھی ضروری ہے؛ کیونکہ بعض علماء نے تلبیہ کو واجب کہا ہے اور اس کے چھوڑنے پر دم بھی واجب کیا ہے جو اللہ کے راستہ میں بہایا جائے گا۔

نبی کریم ﷺ پر درود بھی پڑھے، ذکر اور ان اوراد کے لیے جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں، تلبیہ بند کرے گا؛ لیکن حالتوں کے بدلنے، بلندی پر چڑھنے، پستی میں اترنے، سوار ہونے، سوراری سے اترنے، کسی بڑے شہر میں داخل ہونے یا اس سے گزرتے وقت، بار بار تلبیہ پڑھنا مستحب ہے اور عمرہ کرنیوالا اس وقت تک تلبیہ نہ چھوڑے جب تک وہ مسجد حرام میں نہ پہونچ جائے۔

جبکہ بعض علما کی رائے ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے مکانات نظر آنے لگیں تو تلبیہ پڑھنا

چھوڑ دے، یا حاجی ہے تو جمرہ عقبہ کبری کی رمی کے وقت چھوڑ ے اور بقول بعض یوم عرفہ کے زوال شمس کے وقت چھوڑے اور مستحب یہ ہے کہ تلبیہ کے بعد بھی اللہ تعالی سے جنت کا سوال اور جہنم سے بکثرت پناہ مانگے؛ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا عمل ایسا ہی تھا۔

(۴) بہتر یہ رہے گا کہ ممنوعات احرام کو ہمیشہ یادر کھے، اس پر اقدام کرنے سے اجتناب کرے؛ کیونکہ اس سے عبادت میں خلل ہوگا اور اجر میں بھی کمی ہو جائے گی۔

(۵) سمندری یا فضائی راستے سے آنے والوں کے لیے مکہ مکرمہ سے قریب ہونے کے وقت، مکہ میں داخل ہونے کے لیے دوبارہ غسل کرنا مستحب ہے کیوں کہ راستے کے گرد وغبار اور جسم کے پسینے سے وہ آلودہ ہوگا اور اس حالت میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا تو راستہ وغیرہ میں اپنے بھائیوں کے ایذاءرسانی کا ذریعہ بن جائے گا۔

(۶) محرم کے لیے بہتر ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی دعاء **"اللهم إني أسألک خير هذا البلد وخيرما فيه و أعوذبک من شره و شر ما فيه"** پڑھنا نہ بھولے اور یہی دعا ہر شہر میں داخل ہونے کی بھی ہے۔

(۷) نیز بہتر ہے کہ جب مسجد حرام کے پاس پہونچے تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے باب بنی شیبہ سے داخل ہونے کی کوشش کرے۔

اگر قافلہ میں مریض یا اپاہج وغیرہ ہو جس کے لیے باب بنی شیبہ سے داخل ہونا دشوار ہو تو اس کے لیے بہتر ہے کہ قریب کے کسی دروازہ سے داخل ہو جائے۔ دائیں پاؤں سے داخل ہو۔ اندرون مسجد آہستہ چلے۔ جس وقت کعبہ پر نظر پڑے تو ٹھہر جائے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے تین بار اللہ اکبر کہہ کر یہ دعا پڑھے: **"اللهم أنت السلام ومنک السلام وإليک السلام ، فحينا ربنا با لسلام وادخلنا الجنة بسلام، اللهم زد هذالبيت تشريفا وتعظيما ومهابته وتكر يما وبرا، وزدمن حجة أواعتمره تشريفا وتعظيما**

ومهابته وتكريما وبرا ''۔

(۸) پھر حجر اسود کے سامنے آئے۔ اگر دوسروں کو تکلیف پہونچائے بغیر حجر اسود تک پہونچنا ممکن ہو تو اس کے پاس جائے اور یہ کہتے ہوئے اس کا بوسہ لے '' **بسم الله والله أكبر اللهم إيما نا بک وتصد يقا بكتا بک واتباعا لسنة نبينا محمد** ﷺ'' پھر سات دفعہ بیت اللہ شریف کا طواف کرے، کعبہ کو اپنی بائیں جانب کرے، اور پہلے تین شوطو ں میں اضطیاع کے ساتھ تیز چلے اور اس کے بعد اپنی عام عادت کی رفتار سے چلے، اور اگر تیز چلنا ممکن نہ ہو یا اضطباع میں موسم کے ٹھنڈا ہونے اور جسم کے کمزور ہونے کی وجہ سے اسے تکلیف ہوتی ہو تو پھر اس کو چھوڑ دینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور حطیم کے باہر باہر طواف کرے؛ کیونکہ حطیم خانہ کعبہ ہی کا حصہ ہے بکثرت دعا مانگے، اپنے گناہ و معصیت، حشر و نشر اور جزا سزا کو خوب یاد کرے۔

دعا میں اللہ تعالی سے خوب اصرار کرے اس کی خوب حمد وثنا کرے، اللہ تعالی کے انعامات واحسانات، اس کے حق کی ادائیگی میں، اور اس کے حکم کی بجا آوری میں اپنی کوتاہیوں کا احساس رکھے۔

جب رکن یمانی کے پاس پہونچے تو اگر گنجائش ملے تو اس کے قریب جا کر بغیر بوسہ لیے صرف ہاتھ سے استلام کرے، اور اگر قریب ہونے میں دشواری ہو تو پھر اس کی طرف ہاتھ ہی سے اشارہ کرے اور اپنا دایاں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہے پھر حجر اسود کی طرف قدم بڑھائے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان '' **ربنا أتنا في الدنيا حسنة وفي الأخرة حسنة وقنا عذاب النار** '' پڑھتا رہے۔

(۱۰) طواف کے ساتوں شوط مکمل ہو جانے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آئے اور آیت کریمہ '' **واتخذ وامن مقام إبراهيم مصلى** '' پڑھے اور مقام ابراہیم کے پیچھے، اگر

ممکن ہوتو اس کے قریب؛ ورنہ پھر دور ہی کھڑا ہوکر دورکعت نماز پڑھے جسکی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کافرون، اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھے۔

پھر باب ملتزم کے پاس لوٹ کرآئے جو حجر اسود کے قریب ہے اور یہاں ٹھہر کر روئے، خوب آنسو بہائے اللہ تعالی کے سامنے خوب گریہ وزاری کرے، پھر حطیم کے پاس آکر اگر سہولت ہوتو دورکعت نماز پڑھ لے اور اگر بھیڑ زیادہ ہونے کے سبب باب ملتزم یا حطیم تک پہونچنا مشکل ہوتو پھر مقام ابراہیم پر ہی دورکعت نماز پڑھ کر بئر زمزم کے پاس آجائے، وہاں ٹھہر کر یہ دعا کرتے ہوئے اس کا پانی پیے "**اللھم إنی أسألک علما نافعا رزقا واسعا وشفا ء من کل داء" أللھم إنی أشربه لعطش یوم القیامه**" اے اللہ میں یہ پانی قیامت کے دن کی پیاس سے حفاظت کے لیے پی رہا ہوں، اور اللہ تعالی سے اپنے لیے اپنے خویش وقارب کے لیے خاص ضروری دعائیں کرے، خوب سیر ہوکر پانی پیے کہ پانی اس کی ہر پسلی میں گھس جائے اس کی تمام رگوں میں سرایت کرجائے اور یہ احساس ہونے لگے کہ اب اس سے زائد نہیں پی سکتا ہے، اس پانی سے وضو کو لوٹانے، بطور تبرک سر وجسم پر بہانے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱۱) بئر زمزم سے نکل کر صفا پہاڑی پر جائے جو زمزم سے قریب ہی ہے اور راستہ میں صفا پر چڑھتے ہوئے یہ آیت کریمہ پڑھے: "**إن الصفا ء والمر وۃ من شعائراللہ فمن حج البیت أو اعتمر فلا جناح علیه أن یطوف بھما ومن تطو ع خیرا فان اللہ شا کر علیم**" (البقرہ:۱۵۸۵)۔

یعنی یقیناً صفا ومروہ من جملہ یادگار خداوندی ہے لہٰذا: جو شخص حج کرے بیت اللہ کا، یا عمرہ کرے اس پر ذرا بھی گناہ نہیں ان دونوں کے درمیان آمد، رفت کرنے میں اور جو شخص خوشی سے کوئی امر خیر کرے تو حق تعالی قدردانی کرتا ہے خوب جانتا ہے"۔

اگر ہو سکے تو پہاڑ پر چڑھ جائے کیونکہ یہ سنت ہے، اور اپنا رخ بیت اللہ شریف کی

طرف کرے اور "**لا إله الا الله وا لله أكبر**" تین بار کہے، اور "**لا إله إلا الله وحده لاشريک له، له الملک وله الحمد وهو على كل شئى قدير لا إله إلا الله وحده**" پڑھے۔

پھر صفا پہاڑی کی بلندی سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے مروہ کی طرف آئے یا چلنے کی سکت نہ ہوتو سوار ہوکر مروہ کی طرف آئے اور جب جب صفا مروہ کی پہاڑی پر پہونچے تو یہی دعا پڑھے۔

(۲۱) سعی کرتے وقت ذکر ودعا کا التزام کرے، حرام چیزوں کے دیکھنے سے اپنی نگاہ نیچے رکھے، اور جب میلین اخضرین کے پاس پہونچے تو اللہ تعالی سے دعا کرتے ہوئے رمل کرے یعنی ودلکی مار کر تیز چلے، یہ تیز چلنا مردوں کے لیے مستحب ہے، عورتوں کیلئے نہیں۔

(۳۱) صفاومروہ کے درمیان سعی کے ساتوں شوط کے مکمل ہوجانے کے بعد اب آگے والا عمل اس کی نیت کے مطابق درج ذیل طریقہ پر ہوگا۔

الف- اگر اس نے حج افراد کی نیت کی ہوگی تو اس کا یہ طواف، طواف قدوم ہوگا نہ کہ حج کا رکن طواف اور صفاومروہ کی سعی وقوف عرفہ سے پہلے اس کے لیے لازم نہ ہوگی، وہ ہمیشہ اپنے احرام ہی میں رہے گا؛ یہاں تک کہ افعاحج کی ادائیگی کے لیے منیٰ اور عرفات جائے۔

ب- اگر اس نے عمرہ اور حج دونوں کی نیت بطور تمتع کی ہے تو صفا مروہ کی سعی مکمل ہوجانے کے بعد وہ اپنے سر کا حلق یا قصر کرا کر فورا حلال ہوجائے۔ مردوں کے لیے حلق ہے؛ افضل ھے البتہ عورتوں کے لیے صرف قصر یعنی بال چھوٹا کرالینا ہے پھر وہ جائے اور اپنے روزمرہ کے کپڑے پہن لے اور اب مطلقا کوئی شے اس پر ممنوع نہ رہے گی۔ مثلا: خوشبو لگانا، بیویوں سے ملنا، ناخن کٹوانا؛ لیکن شکار کرنا اس کے لے مباح نہ ہوگا؛ کیونکہ وہ ابھی اندرون مکہ وحرم ہے۔ اور

نوٹ:- منیٰ میں پانچ نمازیں عندالاحناف اپنے اپنے وقتوں ہی میں ادا کی جائیں گی۔

اس کی حرمت ہر اس شخص کے ل   یے ثابت ہے جو مکہ مکرمہ میں داخل ہو جائے، خواہ محرم ہو کر یا بغیر احرام کے۔

ج- اگر اس نے حج قران کی نیت کی ہوگی تو وہ ہمیشہ احرام ہی میں رہے گا یہاں تک کہ یوم ترویہ یعنی ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ آجائے۔

(۴۱) اب ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ آنے کا سارے ہی قسم کے حاجی انتظار کریں گے اوراس دن فجر اور چاشت کی نماز مکہ مکرمہ میں یا اپنی جائے اقامت ہی میں ادا کرے، اور متمتع حاجی اپنی جائے اقامت ہی سے حج کا احرام بھی باندھے، اور مفرد وقارن اپنے سابقہ احرام ہی کی بنا پر نماز چاشت کے بعد منٰی جائیں، پھر وہاں پانچ نمازیں ظہر وعصر ایک ساتھ اور مغرب وعشا ایک ساتھ ادا کرے اور منٰی ہی میں رات گزارے۔

پھر عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کی صبح میں نماز ادا کرے، سورج کے روشن ہونے کا انتظار کرے، پھر عرفہ جانے کے لیے غسل مسنون رہے گا۔

منٰی میں نماز نفل پڑھے پھر دعا، تلبیہ اور ذکر کرتے ہوئے عرفات کے لیے روانہ ہو جائے۔

(۵۱) عرفات کے لیے نویں تاریخ کی صبح کو جاتے ہوئے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے؛ تاکہ زوال ہوتے ہی عرفات پہونچ سکیں، جیسا کہ مشرکوں کی دور جاہلیت کی عادت کے خلاف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے کیا۔

عرفات پہونچتے ہی ذکر، تلاوت قرآن اور دعا میں پورے دن کو گزارنے کی کوشش کرے؛ کیونکہ یہ ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ پورے سال کے دنوں سے زیادہ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے، پریشان حال کی دعاؤں کو مقبول، اور مصیبت زدہ سے اس کے غم کو دور، کرتا ہے، اور امام کے ساتھ قصر کرتے ہوئے ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھے اور سورج کے غروب

ہونے تک وہیں ٹھہرا رہے اس سے پہلے عرفات سے کوچ نہ کرے، اور عرفات میں مغرب کی نماز نہ پڑھے۔

(۶۱) عرفات سے مزدلفہ اطمینان وسکون اور سنجیدگی ومتانت کے ساتھ آئے۔ وہاں قیام کرے، اور وہاں سب سے پہلے حاجی حضرات اپنے ساتھیوں کے ساتھ مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ قصر کر کے پڑھیں، پھر مزدلفہ ہی میں پوری رات گزاریں، اور تمام جمرات کی رمی کے لیے، یا صرف پہلے دن یعنی عید کے دن کی رمی کے لیے کنکریاں جمع کر لیں، اور مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھیں، فجر سے پہلے جمرہ عقبہ کبریٰ کی رمی کے لیے کوئی نہیں نکلے۔ صرف کمزوروں، عورتوں، مریضوں، اور سن رسیدہ بوڑھوں کو اس کی اجازت ہے؛ تاکہ یہ لوگ بھیڑ واز دحام سے پہلے ہی رمی کر لیں۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سودہ بنت زمعہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ بچوں اور ان کے معاونین کو بھی پہلے ہی رمی کر لینے کی اجازت دی تھی۔

اس سلسلے میں بخاری ومسلم اپنی اپنی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ مزدلفہ میں مقیم تھے تو حضرت سودہ نے نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ لوگوں کے چلنے سے پہلے (ان کی بھیڑ ہو جانے سے پہلے کہ بعض بعض کو کچل دیا کرتے ہیں) مزدلفہ سے نکل کر رمی جمار کر لیں؛ کیونکہ وہ ایک سست رفتار خاتون تھیں، تو آپ ﷺ نے ان کو اس کی اجازت دے دی، اور ہم لوگ صبح تک وہاں ٹھہرے رہے پھر ہم لوگ ایک ہی دفعہ مزدلفہ سے نکلے'' (اللؤلؤ والمرجان حدیث: ۸۱۲)۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فجر سے پہلے ہی رمی جمار کیا پھر واپس لوٹ کر اپنی قیام گاہ میں فجر ادا کی'' (اللؤلؤ والمرجان حدیث: ۸۱۳)۔

(۱۷)معذور کے علاوہ حجاج کرام دسویں تاریخ کونماز فجر مزدلفہ میں پڑھ کرمشعر حرام آجائیں وہاں ٹھہریں، ارشاد ربانی ہے: "**فإذا أفضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم وإن كنتم قبله لمن الضالين**" (البقرہ:۱۹۸)۔

''یعنی پھر جب تم لوگ عرفات سے واپس آنے لگو تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالی کو یاد کرو اوراس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تم کو بتلا رکھا ہے اور حقیقت میں اس سے پہلے تم محض ناواقف ہی تھے''

مقام وادی محسر کے پاس تیز چلنا سنت ہے جہاں ابرھہ کے ہاتھی چلنے سے رک گئے تھے۔

(ب) یہ بھی سنت ہے کہ مزدلفہ میں طلوع شمس ہوجانے کے بعد ہی حجاج کرام منٰی کے لیے روانہ ہوں اور وہاں پہونچ کر صرف جمرہ عقبہ کبری کے پاس آئیں اور مکہ مکرمہ کو اپنی بائیں جانب اور منی کو دائیں جانت کرلیں پھر رمی کریں، ہر کنکری پر تکبیر کہیں۔

دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری ومسلم وغیرہما نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات کنکریاں پھینکیں اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی، اور ہر کنکری ٹھیکرے کے ٹکڑوں اور لوبیا کے دانوں کے برابر ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کنکریاں پھینکتے وقت یہ دعا کرتے تھے: "**اللهم اجعله حجا مبرورا و ذنبا مغفورا**".

جمرات کی رمی کے وقت لوگوں کا شیطان ابلیس کو گالیاں دینا، جوتے چپل، پرانے کپڑے، یا بڑے پتھر پھینکنا صحیح نہیں ہے اور کسی بھی امر میں سنت کے قاعدہ سے نکلنا صحیح نہیں ہوتا ہے، اور پہلی کنکری پھینکتے ہی تلبیہ چھوڑ کر حجاج برابر تکبیر کہتے رہیں۔

ج-سنت ہے کہ حاجی حضرات اپنے ہدی کے جانور خود ہی ذبح کریں یہ قربانی حج افراد

کرنے والوں کے لیے سنت ہے اور متمتع اور قارن پر واجب ولازم ہے۔

اگر اپنا ہدی کسی ایسے ادارہ کے حوالہ کردے جو ہدی وقربانی کے جانور ذبح کرتا ہو پھر وہ اسلامی ممالک کے اداروں کو گوشت تقسیم کرنے کا کام انجام دیتا ہو، تو یہ از خود ذبح کرنے اور کچھ گوشت لینے اور کچھ کو سڑنے متعفن ہونے کے لیے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اگر حاجی اپنے احباب کے ساتھ ہوں تو از خود ذبح کریں، کھائیں احباب کو کھلائیں تو یہ بھی بہتر ہے لیکن اگر احباب ساتھ نہ ہوں اور پورا گوشت کھانے کھلانے کی صورت نہ ہو تو ان میں سے کچھ گوشت کو دوسروں کو فائدہ پہونچائے بغیر یونہی ڈال دینے سے بہتر ہے کہ ان اداروں کو نقدی قیمت دیدیں۔ اور وہی ادارہ حاجی کی طرف سے ذبح میں قائم قام ہو جائے۔

د- گرچہ حلال ہونے کے لیے بال مونڈوانا یا چھوٹا کرانا دونوں صحیح ہے، مگر مونڈوانا افضل ہے۔

دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ! بال مونڈوانے والوں پر رحم فرما، صحابہ نے عرض کیا بال کٹوانے والوں پر بھی یا رسول اللہ، آپ نے پھر فرمایا بال کٹوانے والوں پر بھی'' (اللؤلؤ والمرجان: ۸۱۹)۔

اور عورتیں اپنی انگلیوں کے بقدر بال کاٹ لیں گی۔

ذبح کے بعد ہی حلق یا قصر ہو، اس ترتیب کی اصل اور دلیل ارشاد خداوندی ہے:

"وأتمواالحج والعمرة لله فان أحصرتم فما استيسر من الهدي، ولا تحلقو رؤسكم حتى يبلغ الهدى محله ''(البقرہ: ۱۹۶)۔

یعنی اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ کو مکمل کیا کرو پھر اگر روک دیے جاؤ تو قربانی کے جانور

نوٹ: - اسے ''تسہیل وقت التشریع کہا جاتا ہے؛'' ورنہ عند الاحناف ترتیب واجب ہے ''**كما يستفاد من النص** ''ماحفظ''۔

میں جو کچھ میسر ہوا سے بھیج دو، اور اپنے سروں کو اس وقت تک
مت مونڈ واؤ جب تک کہ قربانی اپنے موقع پر نہ پہونچ جائے (مصنف
رسالہ شاید دیگر ائمہ کی تقلید میں اس ترتیب کے واجب نہیں؛
صرف اولیٰ ہونے کے قائل ہیں اس ل یے فرماتے ہیں)۔

یہاں اسلام کا فضل واحسان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (حج کے افعال: رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب کو بہتر واولی قرار دیا ہے جس کو حدیث ذیل میں چھوڑنے کی اجازت دے دی ہے) حدیث وہ ہے جسے بخاری ومسلم اوران کے علاوہ دیگر اصحاب سنن نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسو اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں لوگوں کے سوالات کے لیے منیٰ میں ٹھہرے تو ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا: میں نے ناواقفیت میں ذبح سے پہلے حلق کرلیا ہے، تو آپ نے فرمایا: ذبح کرو کوئی حرج نہیں، پھر دوسرے شخص حاضر خدمت ہو کر عرض کرتے ہیں کہ میں نے ناواقفیت میں رمی سے پہلے ذبح کر دیا ہے تو آپ نے فرمایا: رمی کرو کوئی حرج نہیں؛ الغرض آپ ﷺ سے جس شے کے متعلق بھی دریافت کیا گیا؛ خواہ اسے مقدم کیا گیا یا موخر، آپ نے ہر ایک کے جواب میں ''افعل ولاحرج'' فرمایا یعنی کرو کوئی حرج نہیں'' (اللولوء والمرجان حدیث: ۸۲۳ا الموطاء: ۴۲۱/۱، ابوداؤد: ۲۰۱۴، ترمذی حدیث: ۹۱٦، ابن ماجہ حدیث: ۳۰۲۵، دارمی حدیث: ۱۹۰۷)

ھ- حلال اصغر ہو جانا بھی ایک سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ حلق یا قصر کے بعد محرم اپنے کپڑے پہن لے اور اب احرام کے ممنوعات میں سے سوائے بیوی کے ساتھ خلوت کی ساری چیزیں اس کے لیے حلال ہو جائیں گی۔ ہاں بیوی سے خلوت حرام ہی رہے گی؛ یہاں تک کہ وہ طواف افاضہ سے فارغ ہو جائے۔

(۹) دسویں ہی تاریخ کو طواف افاضہ کے لیے مکہ آجانا سنت ہے، نبی کریم ﷺ قربانی

کے دن ظہر سے پہلے منٰی سے روانہ ہوتے تھے؛ لیکن طواف افاضہ اس دن کے آخر وقت یا ایام تشریق تک بھی موخر کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ بلکہ جس شخص کو مرض وغیرہ کا عذر ہو جائے یا عورت کو اچانک حیض آجائے تو عذر ختم ہونے تک اس طواف کو موخر کرنا صحیح رہے گا۔ چنانچہ یہ لوگ اس طواف کو پورے ذوالحجہ کے مہینے میں بھی ادا کر سکتے ہیں۔

تمام ہی وہ شرائط ومستحبات جن کا ذکر اس سے پہلے رکن طواف کے سلسلے میں کر چکا ہوں وہ سب ہی اس طواف افاضہ کے لیے ثابت ہوں گی کہ یہی طواف حج کا رکن ہے۔

یوم عید کے یہی وہ اعمال کثیرہ ہیں جنہوں نے بہت سے علماء کو اس کا قائل بنا دیا ہے کہ یہی اس حج اکبر کا دن ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے اپنے اس ارشاد میں فرمایا ہے: "وأذان من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر أن الله برئ من المشركين ورسوله" (التوبہ:۳)۔

"یعنی اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن کا عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ مشرکوں سے اللہ اور اس کا رسول دونوں ہی بریٔ الذمہ و بیزار ہیں"۔

(۸۱) اعمال حج ہی میں سے ہے کہ طواف افاضہ کے بعد حجاج کرام ان تما شرائط ومستحبات کا التزام کرتے ہوئے صفا ومروہ کے درمیان سعی کریں جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔

(۹۱) حاجی اسی دن پھر منٰی لوٹ آئے وہیں رات گزارے؛ کیونکہ معذور وملازم کے علاوہ ہر حاجی کو منٰی ہی میں رات گزارنا ضروری ہے؛ ورنہ منٰی میں رات کے قیام چھوڑنے کی وجہ سے ہر رات کا علٰحدہ علٰحدہ دم واجب ہو جائے گا۔

اسی عذر کے سلسلے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے: وہ فرماتے ہیں کہ

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے لوگوں کو آب زمزم پلانے کے لیے منیٰ راتوں کو مکہ میں گزارنے کی اجازت مانگی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی۔(اللولوء والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان:۸۲۸ومسند ابی داؤد:۱۹۵۹،مسند دارمی:۱۹۴۳)۔

(۰۲) حاجی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں ذوالحجہ کو منیٰ ہی میں قیام کرے، یہی ایام تشریق بھی ہیں۔جو شخص دو ہی دنوں یعنی گیارہویں اور بارہویں میں جلدی کرے اور منیٰ سے نکل جائے تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ارشاد ربانی ہے"**واذكروا الله في أيام معدودات فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تأخر تاخر فلا إثم علیه لمن اتقیٰ**" (البقرہ: ۲۰۳)۔

"یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کردہ گنتی کے چند دنوں میں، پھر جو شخص دو ہی دن میں عجلت کر گیا اور منی سے نکل گیا تو کچھ گناہ نہیں اور جو شخص دو دن کے بعد بھی نکلنے کو موخر کرے تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں،اس کے لیے جو اللہ سے ڈرے"

ہر دن تینوں جمرات پر سات کنکریاں مارے، ہر کنکر کے ساتھ تکبیر کہے۔اگر عورت سخت بھیڑ کی وجہ سے رمی نہیں کر سکتی ہو یا حمل یا رضاعت کیوجہ سے رمی کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہو تو اس کی طرف سے نیابتاً اس کا شوہر، بھائی یا بیٹا یا کوئی بھی مسلم شخص کنکری پھینک سکتا ہے،(تفصیل وسائل الشیعۃ: ۱۸۶۳۶،۱۸۶۲۸)۔

رمی کے اوقات تین قسم کے ہیں:

۱-فضیلت کا وقت:

وہ یہ وہ ہے کہ سورج ڈھلنے کے بعد سے لیکر سورج غروب ہونے تک تینوں جمرات کی رمی کرے۔

اور یہی وہ وقت ہے جس میں نبی کریم ﷺ نے تینوں جمرات کی رمی کی اور یہی

عزیمت ہے۔ ہر ایسا شخص جو اپنے اندر طاقت وقوت محسوس کرتا ہو اس کے لیے اسی وقت میں رمی کرنا بہتر ہے۔

۲-ادا کا وقت:

وہ یہ ہے کہ فضیلت کے اوقات کے علاوہ جمرات کی رمی کرے۔یعنی ایام تشریق کے کسی بھی دن صبح سے نصف شب تک رمی کرے اور آپ ﷺ نے تو کمزوروں اور عورتوں کو فجر سے پہلے بھی جمرہ عقبہ کبریٰ کی رمی کرنے کی رخصت دی ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے صحیح (بخاری حدیث:۱۶۷۹)۔

۳-قضاء کا وقت:

یہ پورے ایام تشریق ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے ایام تشریق کے پہلے دن رمی نہیں کی تو دوسرے دن کرے اور جو دوسرے دن میں رمی نہیں کر سکا تو وہ تیسرے دن میں تمام جمرات کی رمی کرے اس شرط کے ساتھ کہ جمرات کی رمی بالترتیب ہو۔ چنانچہ اولا پہلے دن کی رمی کرے، پھر دوسرے دن کی، پھر تیسرے دن کی۔

شرح نیل الاوطار میں امام ربیع کا قول مذکور ہے کہ زوال سے پہلے رمی جمار کرنا مکروہ ہے گو کافی ہوگا، اور اگر پہلے دوسرے دن میں رمی نہیں کی تو تیسرے دن رمی کر لے اور سارے ایام کو شمار کرے بایں طور کہ اولا آخری جمار تک ہر ہر جمرہ پر سات سات کنکریاں پھینکے پھر دوبارہ اسی طرح کرے؛ یہاں تک کہ ایام پورے ہو جائیں، (شرح النیل رقم حدیث ۲۳۱/۴، ۳۰۳)۔

اور اونٹ کے چرواہوں کے لیے رخصت دی گئی ہے کہ وہ یوم نحر میں رمی کریں، پھر کل اور کل کے بعد (پرسوں) دونوں دن کی رمی کریں پھر کوچ کے دن رمی کریں۔ (الموطا ۱/۴۰۸ باب الرخصۃ فی رمی الجمار، ابوداؤد: ۱۹۷۵، ترمذی: ۹۵۵، نسائی: ۲۷۳/۵، ابن ماجہ: ۳۰۳۷)۔

علامہ شوکانی نے فرمایا ہر وہ شخص جو سقایہ پانی پلانے کی خدمت کرتے ہوں وہ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ کی طرح منٰی میں رات گزارنا چھوڑ دے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر ایسا شخص منٰی میں رات گزارنا چھوڑ دے جس کو ایسا عذر ہو جو ان اعذار کے مشابہ ہوں جن میں مبتلا لوگوں کو آپ ﷺ نے رخصت دی ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔

(۲۱) اگر حاجی جلدی کرے تو ذوالحجہ کی بارہویں کو سورج غروب ہونے سے قبل منٰی سے نکل جائے؛ لیکن اگر وہیں سورج غروب ہو جائے تو پھر منی ہی میں ٹھہر جائے اور اگلے دن کی رمی کرے، اور اگر رمی کے آخری دن یعنی تیرہویں تک منی ہی میں ٹھہرا رہا تو بعض فقہاء کے نزدیک تیرہویں کی صبح میں رمی کرنا اس کے لیے جائز ہوگا؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ زوال تک انتظار کرے اور رمی کرے پھر منی سے مکہ، مدینہ یا کسی اور شہر کی طرف کوچ کر جائے۔

(۲۲) اگر کوئی شخص منی سے مکہ مکرمہ آئے تو اس کے لیے مکہ مکرمہ میں چند روز قیام کرنا جائز ہے۔ اور جو شخص حج کے لیے آیا ہو اس کے لیے حج کے بعد عمرہ کرنا جائز ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا کہ حج کے قبل انہیں حیض آ گیا جس کی وجہ سے وہ عمرہ نہ کر سکیں تو ان کا حج افراد ہی رہا۔ اس حدیث کو امام مسلم اور ربیع نے اپنی اپنی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ حج وداع کے سال ہم لوگ رسول اللہ کے ساتھ نکلے ہم میں کچھ لوگ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے اور کچھ لوگ حج کا، یہاں تک کہ ہم لوگ مکہ کے قریب آ گئے تو میں حائضہ ہو گئی، اور حیض ہی کی حالت میں رہی یہاں تک کہ عرفہ کا دن آ گیا، اور میں عمرہ کا احرام باندھے ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول کر کنگھی کر لوں اور عمرہ چھوڑ کر حج کا احرام باندھ لوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ جب میں نے اپنا حج ادا کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے میرے ساتھ میرے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر کو بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اپنے اس عمرہ کی جگہ جس سے میں نے حج کو شروع کیا تھا اور جس سے

حلال نہیں ہوئی تھی مقام تنعیم سے عمرہ کرلوں'' (صحیح مسلم کتاب الحج باب وجوہ الاحرام، الجامع الصحیح ۴۳۸)۔

جو شخص ایسا کرے گا یعنی حج سے پہلے عمرہ نہیں کرے گا تو وہ نہ قارن ہوگا نہ تو متمتع؛ بلکہ وہ مفرد ہی ہوگا اس کا حج، حج افراد ہوگا اس کے ذمہ ذبح ہدی لازم نہ ہوگا، اور اس کی اجازت کبھی کبھی اس شخص کو بھی ہوتی ہے جو ہدی ذبح کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے تو وہ حج افراد کی نیت کرے اور حج کے بعد عمرہ کرے۔

(۳۲) اگر کوئی شخص مکہ مکرمہ سے نکلنا چاہتا ہے تو مکہ مکرمہ میں اس کا آخری عمل یہ ہوگا کہ وہ طواف وداع کرے جو اکثر علماء کے نزدیک واجب ہے جس کے ترک سے دم لازم ہوجاتا ہے جیسا کہ شرح النیل ۴/ ۲۶۶۔۲۶۵ میں مذکور ہے، اور طواف وداع اس کے تمام شرائط ومستحبات کے ساتھ ادا کرے؛ لیکن اگر کوئی طواف وداع نہ کرسکا تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا۔

باقی رہی حائضہ عورت، اور شدید بیمار، تو اس کے لیے طواف وداع چھوڑنے میں حرج نہیں ہے اور نہ اس کے ترک سے ان دونوں کے ذمہ دم ہی لازم ہوگا۔ اس کی دلیل بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے حضرت صفیہ بنت حي کے حائضہ ہوجانے کا تذکرہ کیا جبکہ آپ منی سے نکل کر مکہ مکرمہ کا رخ کر چکے تھے تو آپ نے پوچھا کیا وہ ہمیں روک دیں گی؟ کیا اس نے تم لوگوں کے ساتھ طواف افاضہ جو رکن حج ہے نہیں کیا ہے؟ عرض کیا گیا ہاں انہوں نے وہ طواف تو کرلیا ہے تو آپ نے فرمایا تو پھر نکلو۔ یعنی حیض سے پاک ہوکر طواف وداع کرنے کا انتظار کیے بغیر مکہ مکرمہ سے نکل جاؤ۔

جو طواف وداع کرلے اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ اب خرید وفروخت نہ کرے اور کوچ کی تیاری کرے۔ مکہ مکرمہ سے نکلے تو بیت اللہ سے نکلتے وقت یہ دعا کرکے نکلے کہ اے اللہ ہمیں دوبارہ اس گھر کی زیارت نصیب فرما۔ یہ حج اور عمرہ کے افعال ہیں، اور جو شخص سال کے کسی بھی دن صرف عمرہ کرنا چاہے اسے ایک تا بارہ دفعات میں مذکور تمام افعال کرنے ہوں گے، اور

اس کی نیت اس طرح ہوگی:"لبیک اللهم عمرة "اللهم يسره لي وتقبلها مني وإن حبستني فمحلي حيث حبستني".

اے اللہ میں عمرہ کی غرض سے حاضر ہوں، اے اللہ اس کو میرے لیے آسان کردے اوراس کو میری طرف سے قبول فرما، اوراگر تو نے مجھکو روک دیا تو میرے حلال ہونے کہ جگہ وہی ہوگی جہاں تو مجھے روک دے"۔

اور وہ سعی کے بعد حلق کراتے ہوئے پورے طور پر حلال ہو جائے گا اوراس کے لیے سلے ہوئے کپڑے پہننا اور وہ تمام چیزیں جو احرم کی وجہ سے ممنوع تھیں حلال ہو جائیں گی۔

تیسرا مقصد: حج کے چند احکام

اولا: غیر کی طرف سے حج کرنا:

غیر کی طرف سے حج کرنا درج ذیل تفصیل کے مطابق صحیح ہوگا اگر مردہ کی طرف سے حج کیا جارہا ہے تو اس کی طرف سے اس کا ولی حج کرے یا کوئی بھی مسلمان کرے، مگر ضروری یہ رہے گا کہ پہلے وہ اپنا حج کر چکا ہو اور کسی بھی شخص کے لیے کسی مردہ یا زندہ کی طرف سے اسی وقت حج کرنا جائز ہوگا جبکہ پہلے وہ اپنا حج کر چکا ہو۔ دلیل وہ حدیث ہے جسے امام شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قلابہ سے نقل کیا ہے: وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو کہتے ہوئے سنا:" لبیک عن شبر مه " حضرت عبداللہ نے پوچھا، شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا میرا ایک رشتہ دار ہے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا تم نے اپنا حج کرلیا ہے؟ اس نے عرض کیا، نہیں، تو آپ نے فرمایا پہلے اپنا حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے کروگے" (مسند امام شافعی ۱/۲۸۷، شرح السنة للبغوي: ۱۸۵۶) اگر اپنا حج کر چکا ہے

اور دوسرے کی طرف سے حج کرنا چاہتا ہے تو اگر وہ دوسرا مردہ ہے تو اس کے اولیاء سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے؛ بلکہ اسلام اہل اسلام کے درمیان رشتہ ہے، اور وہ جب دوسرے کی طرف سے حج ادا کرے گا تو اس کے لیے بھی اسی کے مثل اجر ہوگا جتنا اجر اس کو ملے گا جس کی طرف سے وہ حج کرے گا۔

لیکن جس کی طرف سے وہ حج کر رہا ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس کی طرف سے حج کرنا جائز نہیں ہوگا الا یہ کہ وہ ایسا مریض ہو کہ خود حج نہیں کر سکتا بشرطیکہ وہ اس کو اپنا نائب بھی بنائے اور یہ اس سے اجازت بھی لے لے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ، اللہ کا فریضہ جو حج کے متعلق بندوں پر ہے، وہ میرے باپ پر ایسے بوڑھاپے کی حالت میں فرض ہوگیا کہ وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ بھلا بتاؤ اگر تمہارے باپ پر قرض ہوتا تو کیا اس کی ادائیگی تم نہ کرتی؟ اس نے کہا: ہاں یا رسول اللہ، تو آپ نے فرمایا: یہ بھی اسی طرح ہے۔
(صحیح بخاری: ۱۵۱۳، وصحیح مسلم: ۱۳۳۴، الموطا: ۱/۳۹۵، ابن ماجہ: ۲۹۰۷)۔

ثانیا: فدیہ:

فدیہ وہ چیز ہے جسے حاجی اپنے افعال حج میں کوتاہی کے کفارہ کے طور پر پیش کرتا ہے جس کے اسباب دو امر میں منحصر ہیں:

(۱) احرام کے ممنوعات میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنا، مثلا ناخن کٹوانا، بال اکھاڑنا، حلق کرانا، سلا ہوا کپڑا پہن لینا یا کسی حرام چیز کی طرف دیکھنا یہاں تک کہ انزال ہوجائے، تو اس پر فدیہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ ایک بکری ذبح کرنا یا صدقہ کرنا ہے جسے فقیروں، محتاجوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا یا اس سلسلے میں کسی فقیہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے حسب اختلاف

روزہ رکھنا ہے۔

(۲) حج وعمرہ کے واجبات میں سے کسی واجب کا چھوڑ دینا، جن میں سب سے اہم میقات سے بلا احرام آگے بڑھ جانا، نویں تاریخ ذوالحجہ کی شب یا تشریق کی شب منی میں نہ گزارنا، جمرات کی رمی نہ کرنا، یا رمی کو بلاضرورت چند دنوں تک موخر کرنا۔ دلیل اس سلسلے میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: "**فمن کا ن منکم مریضا أوبه أذى من رأسه ففدية من صيام أوصدقة أونسک**" (البقرہ: ۱۹۶)۔

یعنی البتہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دے دے، روزہ رکھے یا خیرات کرے یا ذبح کرے۔

ثالث: مفسدات حج

حج دو چیزوں میں سے کسی ایک کی وجہ سے فاسد ہو جاتا ہے:

(۱) جماع کرنے سے، اللہ فرماتا ہے: "**فمن فرض فيهن الحج فلارفث ولافسوق ولا جدال في الحج**" (البقرہ: ۱۹۷)۔

سو جو شخص ان میں حج مقرر کر لے تو پھر نہ کوئی فحش بات ہے اور نہ بے حکمی ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع مناسب ہے"۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جماع سے حج فاسد ہو جاتا ہے، اور اس کی تلافی فدیہ اور کسی چیز سے نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) ارکان حج میں سے کسی رکن کا چھوڑ دینا، مثلا احرام، طواف، سعی یا وقوف عرفہ میں سے کسی کا ادا نہ کرنا؛ اس لئے کہ رکن جب فوت ہو جائے گا تو خود شی ہی ختم ہو جائے گی اور حج کا فاسد ہو جانا درج ذیل چیزوں کو لازم کر دیتا ہے۔

الف- اخیر حج تک سارے افعال حج کو انجام دینا۔ چنانچہ جو شخص اپنی بیوی سے احرام

کے بعد جماع کرلے گا تو وہ اپنا حج ادا کرتا رہے، حج کے فاسد ہو جانے کے باوجود بھی تمام افعال کرتے ہوئے اس کو مکمل کرے

ب-حج کے فاسد ہو جانے کی وجہ سے اس سال تو ہدی پیش کردے۔

ج-آئندہ سال بذات خود حج کرنے پر اگر قدرت ہو جائے تو حج شروع کردے؛ ورنہ جب بھی موقع ملے اول فرصت میں ہی حج ادا کرے۔

☆☆☆